مسلسل اکتالیس سال سے اشاعت

بیاد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ

دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

ماہنامہ الحق

489
ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ
مئی 2006

مدیر مسئول مولانا سمیع الحق

معاونین جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے ایک ضروری

اپیل

محترم! دارالعلوم حقانیہ کی علمی، ملی و دینی ہمہ گیر خدمات سے بحمد للہ آپ بخوبی واقف ہیں اور موجودہ پُرفتن دور میں ایسے مرکز علوم رسالت کی اہمیت وضرورت بھی آپ پر مخفی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دعوت وتبلیغ، تعلیم وتدریس، اصلاح وارشاد اور جہاد کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کی ذمہ داری ملک و بیرون ملک فضلائے حقانیہ نے نہ سنبھالی ہو۔ صرف ایک جہاد افغانستان کو لیجئے تو دارالعلوم کے ہزاروں فضلاء اور طلباً نے اس صدی کے عظیم جہاد میں قائدانہ کردار ادا کیا جو تمام معاونین کے لئے تا قیامت صدقہ جاریہ بن رہا ہے۔

جامعہ حقانیہ اپنے تمام ترقی پذیر شعبوں میں خطیر مصارف (جو کہ تعمیراتی اخراجات کے علاوہ سالانہ واجبی مصارف سوا کروڑ سے متجاوز ہیں) کا محتاج ہے جبکہ دارالعلوم حکومتوں کے تعاون سے بھی بالکل بے نیاز ہے اور نہ ہی اس کے باضابطہ مستقل سفراء ہیں، صرف اور صرف آپ جیسے حساس دردمند اہل خیر معاونین کے مالی تعاون سے یہ سارا کارخانہ علوم نبوت چل رہا ہے۔ جس میں ڈھائی ہزار تک طلباً علوم نبویہ سے ہر سال مستفید ہوتے ہیں۔ ایسے نازک وقت میں آپکی توجہات کی مزید شدت سے ہمیں ضرورت ہے کہ خود اور اپنے زیر اثر حلقہ احباب واہل خیر میں بھی دارالعلوم کے مالی تعاون کے لئے سعی فرمائیں اور اللہ کے دین کے فروغ اور حق کی بالادستی کے لئے کوشاں اس ادارہ کی پہلے سے بڑھ چڑھ کر ہر ممکن تعاون اور سرپرستی سے ممنون فرمائیں۔ **واجرکم علی اللہ۔**

ترسیل زر کا پتہ

(مولانا) سمیع الحق

مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

اکاؤنٹ نمبرز: یوبی ایل اکوڑہ خٹک 7 -01 نیشنل بینک اکوڑہ خٹک 5 - 17

مسلم کمرشل بینک جہانگیرہ 6 - 1120

Email: editor_alhaq@yahoo.com

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ

الحق

اکوڑہ خٹک

جلد نمبر ۔۔۔۔ 41
شمارہ نمبر ۔۔۔۔ 08
ربیع الثانی ۔۔۔ ۱۴۲۷ھ
مئی ۔۔۔ ۲۰۰۶ء

نمبر 30/5/06

مدیر اعلیٰ: حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

نگران: حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ

مدیر: حافظ راشد الحق سمیع حقانی

ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز: شہید ناموس رسالتؐ انجینئر عامر چیمہؒ کی شہادت اور حکمرانوں کا قابل مذمت
رویہ۔ کٹھ پتلی افغان صدر حامد کرزئی کی ہرزہ سرائی .... راشد الحق سمیع حقانی ۲

اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال۔ (درس ترمذی) ...... مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ ۵

عہد جدید میں امت مسلمہ کو کیا کرنا چاہیے؟ .... مولانا محمد عیسیٰ منصوری ۹

اطاعتِ رسولؐ کے انقلابی اثرات (۴) .... مولانا محمد انوار الحق صاحب ۱۶

عالمی دہشت گردی، بائبل اور قرآن حکیم کا موقف .... ڈاکٹر عبدالخالق ۲۱

ایران کا جوہری پروگرام اور امریکی مخالفت کے اسباب .... مولانا اکرام اللہ جان قاسمی ۳۶

بم بگڑی میں یا ہیٹ HAT میں .... ڈاکٹر ایم اجمل فاروقی ۴۱

موجودہ دور میں ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ کا استعمال ...... (نکتہ نظر) ...... مفتی جمیل احمد نذیری ۴۴

دارالعلوم کے شب و روز (نیپا افسران کی دارالعلوم آمد، امام حرم مکی چیئرمین سعودی مجلس شوریٰ کو
سپاسنامہ، رشین جرنلسٹ کی آمد) ...... جناب شفیق الدین فاروقی ۶۰

تبصرہ کتب .... مدیر ۶۳

نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار حضرات کے خیالات و آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان۔ Ph: (0923)630340-630435 Fax: (0923) 630922

ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com

سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/20 روپے سالانہ -/200، بیرون ملک 20$ امریکی ڈالر

کمپوزنگ: بابر حنیف

ناشر: مولانا سمیع الحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، منظور عام پریس پشاور

نقش آغاز بسم اللہ الرحمٰن الرحیم راشد الحق سمیع حقانی

شہید ناموس رسالتؐ انجینئر عامر چیمہؒ کی شہادت اور حکمرانوں کا قابل مذمت رویہ

ازل سے اس کرۂ ارض پر معرکہ حق و باطل کی کشمکش جاری ہے اور صبح قیامت تک یہ ابدی کشمکش جاری رہے گی۔ طاغوتی قوتوں نے ہر دور، ہر زمانے اور ہر عہد میں حق کی آواز دبانے کی کوششیں کی ہیں۔ لیکن شمع حق اور چراغ مصطفویؐ بولہبی شراروں سے بجھایا نہ جاسکا۔ انہی سازشی عناصر کی ریشہ دوانیاں کچھ مہینے پہلے کرۂ عالم کے مکینوں نے دیکھیں کہ خود کو ''مہذب'' اور ''روشن خیال'' اور مکالمہ و مذاکرات کے علمبردار سمجھنے والوں نے کروڑوں مسلمانوں کی سب سے مقدس اور محترم و محبوب ہستی محسن انسانیت حضرت محمد ﷺ کی شان میں طرح طرح کی گستاخیاں اور بے ادبیاں کیں۔ اس کا جو شدید ردّ عمل عالم اسلام کی طرف سے بروقت سامنے آیا اس کا تو تصور بھی مغربی دنیا کو نہ تھا کہ راکھ کے بجھے ڈھیر سے آتش فشاں کس طرح جنم لے سکتے ہیں؟ اور وہ بیمار ملت مسلمہ کا جسد کیسے آنِ واحد میں انگڑائی لے کر شعلہ جوالہ بن گیا۔ عوامی احتجاج اور اقتصادی بائیکاٹ نے طاغوت کے علمبردار مغرب کے ہوش و حواس گم کردیئے۔ لیکن امت مسلمہ کا غیض و غضب ابھی تک ٹھنڈا نہیں ہوا اور نہ ہونا چاہیے کیونکہ یہ ہمارے ایمان اور عشق و محبت کے امتحان کا چیلنج ہے۔ اسی لئے امت مسلمہ اکیسویں صدی کے نئے غازی علم الدین شہیدؒ کے قدموں کی چاپ سننے کے لئے گوش بہ آواز تھی، نمناک آنکھیں اسی امید میں وا تھیں کہ وہ خبر کب پڑھنے کو ملے گی کہ عالم اسلام کے کسی مجاہد کا خنجر ناموس رسالتؐ کے مجرم کا سینہ چاک کرے گا؟ ابھی مظاہروں کی گونج کرۂ ارض میں دبی نہیں تھی کہ جرمنی کے سیکولر تعلیمی ادارے میں سیکولر اعلیٰ تعلیم یافتہ انجینئر عامر چیمہ شہیدؒ نے وہ کارنامہ سرانجام دیا جو مکتب و مدرسے، منبر و محراب، مسجد و خانقاہ اور مورچے و میدان جہاد میں مشغول طالب علم و استاد اور غازی و مجاہد بھی نہ کرسکے۔ سیکولر نظام تعلیم ''درس روشن خیالی''، مغربی جمہوریت کی چکا چوند اور اسلام دشمن مغربی میڈیا کا پروپیگنڈہ اور مادیت کا لتھڑا ہوا نظام بھی عامر چیمہؒ کے ''انتہا پسند'' فکر و خیال کو تبدیل نہ کرسکا۔ بلکہ ان عوامل نے الٹا ''بنیاد پرستی'' و ''انتہا پسندی'' کے بیج کو اس میں مزید توانا کردیا۔ کہاں شوق شہادت کی کٹھن اور پُرخار وادی اور کہاں ٹیکسٹائل میں انجینئرنگ کی پی ایچ ڈی کی اعلیٰ ڈگری کا حصول۔ دو متضاد راستوں کا مسافر جس کا کوئی ربط و امتزاج دور کا بھی آپس میں نہیں۔ لیکن جب بات کائنات کی سب سے مقدس اور محبوب ترین ہستی کی عزت و ناموس کی آئی تو یہ مغربی دانش گاہ کا تربیت یافتہ ایک لمحہ میں ''انتہا پسند'' بنیاد پرست اور مجاہد کی براق صفات اوڑھ کر اس کٹھن وادیوں کا شہسوار بن گیا۔ اور کچھ روز صلیبی دہشت گردی کا شکار رہ کر اور ان کے ظلم و ستم کا نشانہ بن کر یہ عاشق رسولؐ ناموس رسالت کی خاطر اپنی جان نچھاور کرگیا۔ اور یوں عالم

اسلام اور خصوصاً پاکستانیوں کی غیرت وحمیت کی کلاہ فاخرہ میں ایک اور پیچ کا اضافہ کرگیا۔

سلام اس ذاتؐ پر جس کے پریشاں حال دیوانے سنا سکتے ہیں اب بھی خالدؓ وحیدرؓ کے افسانے

اور کرو کج جبیں پہ سرِ کفن میرے قاتلوں کو گماں نہ ہو کہ غرور عشق کا بانکپن پس مرگ ہم نے بھلا دیا

اور آج اوج ثریا اور سدرۃ المنتہیٰ کی بلندیوں پر پہنچ کر یہ ذرہ آفتاب ومہتاب کی صورت میں چمک رہا ہے۔ عامر چیمہؒ کا مقام آج غازی علم الدین شہیدؒ سے بھی بڑھ کر ہو گیا ہے۔ کیونکہ آج کا عامرؒ اعلیٰ تعلیمیافتہ نوجوان تھا اور مغربی ماحول اور اسکے اداروں میں اعلیٰ ترین ڈگری پی ایچ ڈی کا حاصل کرنے والا ہی تھا' جبکہ غازی علم الدین شہیدؒ اعلیٰ عصری علوم و فنون اور مغربی ماحول کی لذتوں سے نا آشنا تھا۔ عامر شہیدؒ نے سو برس سے زائد کی پرانی تاریخ کو از سرِ نو اپنے خون سے سینچ ڈالا اور عشاق کی تاریخ میں ایک نئی طرح ایجاد کرڈالی۔ اور اس نے ایک ہی جست میں عشق ومحبت اور سرفروشی اور شہادت کا وہ کوہ ہمالیہ سر کرلیا جس کیلئے صدیوں کی ریاضت' طویل مجاہدے اور کلفتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔

عشق کی ایک جست نے طے کردیا قصہ تمام اس زمین وآسمان کو بیکراں سمجھا تھا میں

عامر شہیدؒ نے تو اپنی بساط سے بڑھ کر قربانی اور سرفروشی کی نئی داستاں رقم کردی لیکن دوسری جانب حکومت پاکستان نے بھی بے غیرتی اور بے حسی کا ایک نیا ریکارڈ قائم کردیا۔ حکومت پاکستان حسب سابق اپنے شہری کی گرفتاری وہلاکت پر گنگ رہی اور اس تمام عرصہ میں اس کا کردار جرمن حکومت سے زیادہ مجرمانہ رہا۔ اس نے اس سطح کا احتجاج جرمن حکومت سے نہیں کیا جس کا کہ ایک خوددار قوم کے حکمرانوں کو کرنا چاہیے تھا۔ عامر شہیدؒ کے قتل کو خودکشی کا جامہ پہنانے میں جہاں جرمن حکومت پیش پیش ہے وہیں حکومت پاکستان بھی دبے الفاظ میں اس کی حمایت کررہی ہے۔ کیونکہ حکمرانوں کو یہ اندیشہ ہے کہ جس طرح عامر شہیدؒ کے اس اقدام کی پاکستانی قوم نے پذیرائی کی ہے اگر اس سلسلہ کی حوصلہ افزائی کی گئی تو ان کی روشن خیالی کا بت تو پیچ چورا ہے میں چکنا چور ہوجائے گا اور پوری قوم ''انتہا پسندی'' اور جذبہ جہاد سے سرشار ہوجائے گی۔ اسی لئے تحقیقات برائے نام کی جارہی ہیں اور نہ جرمن حکومت سے مزید کوئی پوچھ گچھ کی جارہی ہے۔ اور اسی طرح عامر شہیدؒ کا جنازہ بھی قصداً عجلت میں ایک چھوٹے سے گاؤں میں زبردستی پڑھایا گیا کہ اگر اسلام آباد یا لاہور میں پڑھایا گیا تو کروڑوں عوام اس میں شرکت کریں گے اور یہ امریکی نواز حکومت کیلئے برداشت سے باہر ہوتا کہ ایک ''انتہا پسند'' شہید کا جنازہ دھوم دھام سے پڑھا جائے اور کہیں ان کے گرتے ہوئے اقتدار کے درودیوار عوامی غیظ وغضب کا شکار نہ ہوجائیں۔ اسی لئے عامر شہیدؒ کا جنازہ نہایت عجلت میں ادا کیا گیا۔ لیکن ان اوچھے ہتھکنڈوں سے عامر شہیدؒ کے قد قاٹھ اور جنازے میں کوئی کمی نہ آئی۔ پھر بھی دو لاکھ سے زائد سے افراد کا اجتماع اس موقع پر جمع ہوچکا تھا اور شام تک اس کی قبر پر پانچ چھ لاکھ افراد فاتحہ کیلئے پہنچ چکے تھے۔ پھر جس ایمبولینس میں عامر شہیدؒ کی نعش رکھی گئی تھی اطلاعات کے مطابق وہ پھولوں کی پتیوں میں ڈھکی ہوئی تھی' ہر طرف وارفتگی وسرشاری کا ایک عجیب عالم تھا اور کیوں نہ ہوتا ایک سچے عاشق رسولؐ کی بارات خلدِ بریں کی طرف رواں دواں تھی۔

ع عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

اس روح پرور منظر کو دیکھ کر یقیناً چشم فلک بھی نمناک ہوئی ہوگی۔ کاش! آج علامہ اقبالؒ حیات ہوتے تو وہ اس عاشق رسولؐ کی ایسی پذیرائی فرماتے کہ آپ انہیں ایک قومی ہیرو کا درجہ دیتے اور اگر قائد اعظمؒ بھی زندہ ہوتے تو وہ خود بھی اس فرزندِ پاکستان کے قتل کی ایسی تحقیقات اور معاونت کرتے کہ دنیا کو معلوم ہو جاتا کہ پاکستانیوں کا خون اتنا رزاں نہیں۔ کاش! جنس غیرت وحمیت دنیا کے بازاروں میں بکتی یا کم ازکم کرائے پر دستیاب ہوتی تو پاکستانی حکمرانوں کیلئے خرید کر ان کو دی جاتی۔ آج کا مؤرخ دونوں کا کردار رقم کر رہا ہے' اور اَبدی حاکم اللہ بھی ان عارضی حکمرانوں کے کردار اور طرزِ حکومت کی خبر گیری کر رہا ہے۔ آخر طاقت واقتدار بھی فنا کی زَد میں ہیں اور خونِ ناحق کی حدّت بھی جوش میں ایک دن ضرور طوفاں بن کر عارضی طمطراق اور شاہی تاج وتخت کو بھسم کر کے رکھ دے گی۔

عامر شہیدؒ کے والدین بھی خوش بخت اور سعادتمند ہیں کہ انہیں عامرؒ جیسا فرزندِ اسلام نصیب ہوا۔ پاکستانی قوم بھی مبارکباد کی مستحق ہے کہ اس نے اپنے سپوت کا والہانہ اور پرتپاک استقبال کیا۔ اور دنیا پر یہ ثابت کیا کہ ہاں ہم ''بنیاد پرست'' اور ''انتہا پسند'' ہیں اور اپنے نبیؐ کی عزت وناموس کی خاطر پوری قوم بھی اپنی جاں نچھاور کر سکتی ہے۔ عجب نہیں کہ خلد بریں کے ملائکہ اور حوروں نے آنے والے اس شہیدِ ناز کا ایسا استقبال کیا ہو جس کی ایک مدت سے وہ انتظار کر رہے تھے۔ اور سب سے بڑھ کر خود سرور کائنات محسن انسانیتؐ اور حاصل کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی روح مبارک نے آپ کو پروانہ شفاعت اپنے دست مبارک سے عطا کیا ہو' اور آپ کا خیر مقدم کیا ہو۔

تجھ پر مرنے کے سوا کیا کرتے
ہم تیرے نام پر جینے والے

کٹھ پتلی افغان صدر حامد کرزئی کی ہرزہ سرائی

افغانستان کے سب سے ناکام ترین حکمران حامد کرزئی نے حکومتِ پاکستان اور دینی مدارس کے خلاف ایک تقریر میں بدترین ہرزہ سرائی کی ہے۔ اور حواس باختگی کے عالم میں اپنی ناکامیوں کا تمام ملبہ دینی مدارس کے پُرامن طلباء پر پھینکا ہے۔ لیکن درحقیقت دنیا کو اس بات کا خوب ادراک ہے کہ آج کا افغانستان ماضی کے تمام خراب سے خراب حالات کے افغانستان سے زیادہ بدتر خراب حالات میں گھرا ہوا ہے۔ طالبان کا دورحکومت تو اس کے مقابلے میں ہزار گنا زیادہ بہتر' منظم اور پُرامن تھا۔ امریکہ' نیٹو' اور دنیا بھر کی مالی سپورٹ کے باوجود آج بھی افغانستان تعمیر و ترقی سے کوسوں دور ہے اور خود کرزئی بیچارا کابل شہر تک محدود ہے۔ اور اس کی حفاظت بھی مغربی فوجی کر رہے ہیں کہ اس کو خود اپنے ہم وطن محافظوں پر بھی اعتماد نہیں۔ ایسی فضاء میں اگر حریت پسند حملے کر رہے ہیں تو اس صورتحال پر کیوں شور مچایا جا رہا ہے۔ جب اوروں کے گھروں میں پتھر پھینکے جائیں گے تو دوسری جانب سے پھول اور پتیاں اور تحفے تحائف نہیں آئیں گے۔ دراصل کرزئی کے منہ میں زبان ہندوستان کی ہے۔ اور اسے درپردہ امریکہ کی حمایت بھی حاصل ہے۔ موجودہ حکمرانوں کو اپنی خارجہ پالیسی کی اصلاح کرنی چاہیے اور معذرت خواہانہ رویہ بھی ترک کر دینا چاہیے۔

درس ترمذی شریف

افادات: حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ
ضبط وترتیب : مولانا مفتی عبدالمنعم حقانی
معاون مفتی دارالافتاء جامعہ حقانیہ

اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال
جامع امام ترمذی کے ابواب البر والصلۃ کے درسی افادات

باب ما جاء فی معاشرة الناس
لوگوں کے ساتھ برتاؤ کا بیان

حدثنا بندار ثنا عبدالرحمان بن مهدی ثنا سفیان عن حبیب بن أبی ثابت عن میمون بن أبی شبیب عن أبی ذر قال: قال لی رسول الله ﷺ: اتق الله حیث ما کنت واتبع السیئة الحسنة تمحها وخالق الناس بخلق حسن وفی الباب عن أبی هریرة .... هذا حدیث حسن صحیح

ترجمہ: حضرت ابوذرؓ روایت کرتے ہیں کہ مجھے جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تو اللہ تعالیٰ سے ڈرو جہاں کہیں بھی ہو،اور برائی کے پیچھے نیکی کرو تو یہ اس کو مٹا دے گی۔اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آیا کرو۔

اس باب میں حضرت ابوہریرہؓ سے بھی روایت ہوئی ہے۔یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حدثنا محمود بن غیلان ثنا ابو احمد وابونعیم عن سفیان عن حبیب بهذا الاسناد: قال محمود وحدثنا وکیع عن سفیان عن حبیب بن ابی ثابت عن میمون بن أبی شبیب عن معاذ بن جبل عن النبی ﷺ نحوه...... قال محمود والصحیح حدیث ابی ذر۔

ترجمہ: یعنی اس پہلی روایت والا مضمون امام ترمذی کو ان کے شیخ محمود بن غیلان نے بھی دو طریقوں سے روایت کیا ہے۔ایک سند میں امام ترمذی کو محمود بن غیلان نے اور ان کو ابواحمد اور ابونعیم نے حدیث بیان کی ہے۔اور وہ دونوں حضرت سفیان سے روایت کرتے ہیں۔اور سفیان کے بعد سند پہلی روایت کی طرح حضرت ابوذرؓ تک پہنچتی ہے۔اور حضرت ابوذرؓ جناب رسول اللہ ﷺ سے مندرجہ بالا مضمون نقل کرتے ہیں۔اور دوسری سند اس طرح ہے کہ امام ترمذی

کو محمود بن غیلان نے اسی طرح بیان کیا ہے۔ کہ ہمیں وکیع نے روایت کیا ہے اور وہ سفیان سے وہ حبیب بن أبي ثابت سے وہ میمون بن أبي شبیب سے اور وہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور وہ جناب نبی کریم ﷺ سے اسی (درج بالا مضمون) کی طرح روایت کرتے ہیں۔

سندی بحث کا حاصل: یہ ہے کہ حدیث اتق اللہ حیث ما کنت الخ امام ترمذی کو ان کے شیخ بندار نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوذرؓ سے روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی کے دوسرے شیخ محمود بن غیلان نے بھی ایک سند کے ساتھ حضرت ابوذرؓ سے روایت کیا ہے۔ اور دوسری سند کے ساتھ حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت کیا ہے۔ لیکن آخر میں امام ترمذیؒ فرماتے ہیں۔ قال محمود: والصحیح حدیث ابی ذر۔ محمود کہتے ہیں کہ صحیح جو ہے وہ حضرت ابوذرؓ کی حدیث ہے۔

توضیح وتشریح: معاشرۃ الناس:

معاشرت، برتاؤ اور سلوک کرنے کو کہا جاتا ہے۔ اور عشیرہ قبیلہ کو کہا جاتا ہے۔ کیونکہ بندہ کی معاشرت، برتاؤ اور سلوک عموماً اپنے قبیلہ اور اپنی قوم کے ساتھ ہوتا ہے اور معاشرت باہمی چیز ہے، افراد اور کثرت کے مابین متحقق ہوتا ہے۔ فرد واحد میں متحقق نہیں ہوسکتا۔ اس وجہ سے معاشرت کی اضافت 'الناس کی طرف ہوئی اور تقدیر عبارت اس طرح' فی معاشرتک الناس' یعنی تیری معاشرت لوگوں کے ساتھ۔

اتق اللہ حیث ما کنت:

اللہ تعالیٰ سے ڈرو! جہاں بھی تم ہو، اور جس حالت میں بھی ہو، یعنی لوگوں کے سامنے ہو یا تنہائی میں، رنج ہو یا راحت کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کے ظاہر اور پوشیدہ تمام امور سے باخبر ہے، لہذا اللہ تعالیٰ کے تمام فرائض و اوامر کو بجالاؤ' اور اس کی ہر قسم کی نافرمانی سے اجتناب کرو'

خاتمہ بالخیر ہونے کے لئے کامیاب منصوبہ بندی:

واتبع السیئۃ الحسنۃ تمحہا: اور برائی کے پیچھے نیکی کرو تو یہ نیکی اس برائی کو مٹا دے گی۔ أتبع' باب افعال سے امر ہے اور متعدی ہے دو مفعولوں کی طرف۔ السیئۃ'' مفعول اول ہے اور الحسنۃ مفعول ثانی ہے۔ یعنی انسانوں سے جب کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اس کے بعد متصل نیکی کرنا چاہیے۔ مثلاً دو رکعت نماز پڑھے' یا صدقہ کرے' یا استغفار کرے' یا لا الہ الا اللہ' سبحان اللہ پڑھے۔ تو اس سے وہ گناہ ختم ہوگا۔ کیونکہ صغیرہ گناہ نیکی سے دھل جاتا ہے۔ اور کبیرہ گناہ معاف ہونے کے لئے جمہور کے نزدیک استغفار اور اخلاص کے ساتھ توبہ کرنا ضروری ہے۔ اس طریقہ کار کو اختیار کرنے سے دل پر گناہ کا سیاہ دھبہ باقی نہ رہے گا۔ اور دل صاف رہے گا۔ جس کے نتیجے میں قلب کا میلان نیکی کی طرف رہے گا اور گناہوں سے پاک رکھنے کا ایک بہترین طریقہ ہے اور روحانی بیماریوں سے شفایاب ہونے کا ایک مؤثر علاج ہے۔

کیونکہ امراض کا علاج اس کی ضد کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ إن الحسنات یذھبن السیئات (الایۃ) یعنی بیشک نیکیاں برائیوں کوختم کردیتی ہیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ کے اس ایک ارشاد گرامی پر پابندی کے ساتھ عمل کرنے سے پوری توقع کی جاسکتی ہے کہ انسان کا خاتمہ اچھا ہوگا۔ کہ خاتمہ بالخیر ہونے کے لئے یہ ایک بہترین منصوبہ بندی ہے۔

تمحھا: میں ایک احتمال یہ بھی ہے کہ یہ واحد مذکر مخاطب کا صیغہ ہوتو پھر معنی یہ ہوگا۔ ''برائی کے متصل بعد نیکی کرو اس طریقے سے تو اس برائی کو مٹادے گا۔''

وخالق الناس بخلق حسن:

اور لوگوں سے اچھے اخلاق کے ساتھ معاملہ کرو' حسن معاشرت اور لوگوں کے اچھا سلوک و برتاؤ کرنے کے لئے حسن اخلاق لازمی چیز ہے۔ ایک حدیث شریف میں یہ مضمون بیان ہوا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں اچھے اخلاق کے تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں۔'' یعنی لوگوں کے ساتھ بات چیت' بیع وشراء اور دیگر معاملات میں نرمی اور اچھائی سے پیش آیا کرو' خندہ پیشانی اور خوش طبعی کے ساتھ ان سے ملو۔ رحم دلی اور تواضع اختیار کرو۔ ایثار اور قربانی کا جذبہ پیدا کرو۔ اسی طرح اچھے اخلاق کے مختلف پہلو ہیں جن پر عمل پیرا ہونے سے حسن معاشرت وجود میں آتی ہے۔

باب ما جاء فی ظن السوء
بدگمانی کا بیان

حدثنا ابن أبی عمر ثنا سفیان عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال: ایاکم و الظن فان الظن أکذب الحدیث ... ھذا حدیث حسن صحیح .... سمعت عبد بن حمید یذکر عن بعض أصحاب سفیان قال: قال سفیان: الظن ظنان - فظن إثم و ظن لیس بأثم. فأما الظن الذی ھو إثم' فالذی یظن ظنا ویتکلم بہ و أما الظن الذی لیس باثم. فالذی یظن و لا یتکلم بہ

ترجمہ: حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ بیشک جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گمان سے (یعنی مسلمانوں پر بدگمانی کرنے سے) بچتے رہو۔ کیونکہ گمان بہت جھوٹی بات ہوتی ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے عبد بن حمید سے سن لیا ہے کہ وہ حضرت سفیان کے بعض شاگردوں سے نقل کرتے

تھے کہ حضرت سفیان نے کہا ہے کہ گمان (یعنی بدگمانی) دوقسم پر ہوتی ہے۔ایک قسم کی بدگمانی گناہ ہےاور دوسری قسم کی بدگمانی وہ ہے جو کہ گناہ نہیں ہے۔پس وہ بدگمانی جو گناہ ہے وہ یہ ہے کہ کوئی آدمی بدگمانی بھی کرے اور پھر اسے زبان سے بیان بھی کرے۔اور وہ بدگمانی جو کہ گناہ نہیں ہے۔وہ یہ ہے کہ کوئی شخص بدگمانی تو کرے (لیکن صرف دل میں آجائے) اوراس پرزبان سے تکلم نہ کرے۔

توضیح وتشریح

کسی کے بارے میں بدگمانی قائم کرنے اور غلط اندازہ اورتخمینہ لگانے کی مذمت بیان ہورہی ہے' کسی مسلمان کے بارے میں کسی قرائن وغیرہ کی بناء پر بدگمانی قائم کرنا گناہ ہے۔کہ مثلاً اس آدمی نے زنا کیا۔یہ اس طرف سے آیا' اس طرف تو شراب خانہ ہے' اس نے شراب پی لیا۔یہ اس طرف جارہا ہے تو چوری کے لئے جارہا ہے۔اس قسم کے خیالات اگرصرف دل میں گزرجائیں تو حسب تفصیل بالا اس کا گناہ نہیں ہے۔لیکن اگر دل اس پر مکمل یقین کرلے یا زبان سے اس گمان کو بیان کرے تو یہ جرم ہےاور حرام ہے۔علاوہ ازیں اعتقادیات کے بارے میں اگر کسی کو گمان ہوجائے۔مثلاً توحید' رسالت' ختم نبوت' بعث بعد الموت وغیرہ ان اعتقادیات کے بارے میں اگر کسی کو بدگمانی ہوجائے اورشک پیدا ہوجائے تو یہ بھی خطرناک ہے' اس سے اجتناب لازم ہے۔استقرارقلب کے بغیر اگر کچھ اس قسم کے خیالات دل میں گزرجائیں تو یہ مضر نہیں۔ بلکہ یہ وسوسہ ہےاور وسوسہ کو ایمان کی علامت کہا جاتا ہے۔پس معلوم ہوا کہ ہرقسم کا گمان حرام اور گناہ نہیں ہے۔جیسا کہ روایت میں حضرت سفیان کی تفصیل ذکر ہوئی۔نیز آیت کریمہ میں بھی بعض قسم کے گمان کو گناہ قرار دیا گیا ہے۔آیت کا مفہوم اس طرح ہے۔اے ایمان والو بہت (قسم کے) گمانوں سے بچو! کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتا ہے۔(الایۃ)

فان الظن اکذب الحدیث۔ کیونکہ گمان سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے۔کیونکہ عام جھوٹ وہ ہوتا ہے کہ جو بات خلاف واقع ہو' اور جب پتہ چل جائے کہ یہ بات جو ہوئی تھی واقع کے خلاف تھی۔تو اس کی تردید خود بخود ہوجائے گی۔لیکن گمان کی صورت میں کسی چیز کے واقع ہونے کا سرے سے ذکر نہیں بلکہ ویسے ہی خیالات اور گمان کو ایمان کا درجہ دیا گیا ہے۔تو اس کی تردید مشکل ہے۔نیز کہنے والا بھی خلاف واقع بات کرنے سے ڈرتا ہے۔کہ اگر ثابت ہوجائے کہ میری بات خلاف واقع ہے تو قلعی کھل جائے گی۔اور میں شرمندہ ہوں گا اور مظنون چیز کو بیان کرنے کہ مثلاً میرا گمان ہے کہ فلاں نے زنا کیا (والعیاذ باللہ) تو اس کے تردید سے کہنے والا زیادہ عار اور ڈر محسوس نہیں کرتا۔اس وجہ جزمی باتوں کی بنسبت ظنی باتوں میں جھوٹ اکثر بولا جاتا ہے۔اس وجہ سے اس کو اکذب الحدیث کہا گیا۔

نکتہ نظر

مولانا محمد [illegible] قصوری
چیئرمین ورلڈ اسلامک فورم لندن

عہد جدید میں امت مسلمہ کو کیا کرنا چاہیے؟

> زیر نظر مضمون اہم موضوع پر لکھا گیا ہے اور مولانا مدظلہ کے خیالات کی ترجمانی کرتا ہے۔اس کے متعلق اگر کوئی نکتہ نظر پیش کرنا چاہتا ہے تو الحق کے صفحات حاضر ہیں … (ادارہ)

اسلام اور قرآن کا مطلوب اسٹیٹ ہے' یا انسانی بہبودی کے لئے سرگرم معاشرہ' یہ اس وقت دنیائے فکر و فلسفے کا سب سے بڑا سوال ہے اس لئے کہ ان دونوں نصب العین کا ذہن و فکر جہد و سعی اور نتائج بالکل مختلف اور جداگانہ ہیں' نزول قرآن کے بعد تقریباً ۱۳ سو سال تک کبھی یہ سوال پیدا نہیں ہوا تھا۔ یہ سوال گزشتہ صدی کے اوائل میں دنیا پر مغرب کے عالمی اقتدار سیاسی غلبہ اور فکر و فلسفے کے غلبے کی دین ہے اس سے پہلے مسلم معاشرہ ہر دور میں قرآن و سنت اور سیرت نبوی سے غذا و طاقت اور رہنمائی حاصل کر کے بنی نوع انسان کی فلاح و بھلائی کے نصب العین کی طرف رواں دواں رہا' مسلمانوں کے سیاسی عروج و زوال اور عسکری فتح و شکست سے قطع نظر مسلم معاشرے کی اندرونی توانائی و طاقت اس کے خیر امت ہونے میں پنہاں تھی۔ رسول خدا ﷺ اور قرآن نے مسلم معاشرے میں ایسی روح و اسپرٹ پیدا کردی تھی جو دُنیوی نفع و ضرر سے بے نیاز ہو کر پوری انسانیت کی سرفرازی برتری اور نفع کے لئے سرگرم رکھتی تھی۔

قرآن حکیم نے مسلم معاشرے کو خالق کی وحدت اور انسانی اخوت و مساوات کے عقیدے پر استوار کیا تھا۔ قرآن کی چھ ہزار چھ سو آیات میں سے ایک آیت بھی کسی خاص ملک و قوم نسل یا عرب و عجم سے خطاب نہیں کرتی بلکہ نوع انسانی سے خطاب کرتی ہے' قرآن کا نقطہ نظر قبائلی نہیں بلکہ عالمی اور آج کے الفاظ میں گلوبل ویلیج کا حامل ہے' جو پوری انسانیت کی بہبودی و فلاح کی دعوت دیتا ہے۔ اور اس کا مقصد ایک ایسا معاشرہ برپا کرنا ہے جو کسی قوم و نسل کی بجائے پوری انسانیت کے نفع و بہتری کیلئے ہو' قرآن کے نزدیک مسلم معاشرہ اسی وقت صحیح معاشرہ ہوگا جب وہ پوری نوع انسانی کی بھلائی و بہتری کیلئے نفع و بہتری کیلئے سرگرم عمل ہو۔ قرآن کے نزدیک مسلمان خیر امت یعنی بہترین گروہ اسی لئے ہیں کہ وہ نوع انسانی کی بہبودی و نفع کیلئے بھیجے گئے ہیں۔ وہ انسانی سوسائٹی میں معروفات یعنی اچھائیاں اور بھلائی عام کرتے ہیں اور منکرات برائیوں اور ضرر سے بچاتے ہیں۔ اور یہ سب کام کسی دنیوی مفاد و غرض کیلئے نہیں بلکہ محض خالق کی خوشنودی کیلئے کرتے ہیں۔ یہی چیز مسلم معاشرے کی توانائی و زندگی تھی جو اسکے ہر زخم کا مندمل اور ہر شکست کا مداوا کرتی رہتی تھی۔ نزول قرآن کے وقت سے تقریباً ۱۲ سو سال تک مسلم معاشرہ خدا کے مستحکم تعلق اور بنی آدم کے ساتھ بھلائی میں خدا کی خوشنودی کی بنیاد پر قائم رہا ہر معاشرے کی طرح اچھے برے لوگ یہاں بھی تھے' باہم خونریزیاں بھی چلتی رہتی تھیں' اقتدار و سائل کیلئے رسہ کشی اور لذات و شہوات کیلئے تگ و دو بھی جاری رہتی۔ مگر مجموعی طور

پر مسلم معاشرہ اللہ ورسول کے مستحکم رشتے تعلق اور نوع انسانی کی وحدت و بہبودی کے دو پہیوں پر آگے بڑھتا رہا۔ یہ معاشرہ انسانیت کی بہبودی وخدمت کیلئے ہر قسم کے علوم وفنون ایجادات واختراعات ادارے شعبے اور افراد مہیا کرتا رہا' حتیٰ کہ بنی امیہ کے زوال کے وقت جب ایک ایک عربی بولنے والے کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کیا جارہا تھا ان حالات میں بھی احادیث اور دیگر اسلامی علوم کی تدوین بھی ہورہی تھی' اجتہاد بھی ہورہا تھا اور مسلم اسکالر انسانیت کی بہتری کیلئے نئے نئے علوم وفنون اور نئی نئی ایجادات وتجربے بھی کررہے تھے۔ اسپین میں مسلم حکومت اکثر باہمی طور پر برسرپیکار اور خانہ جنگی میں مبتلا رہیں مگر مسلم معاشرہ برابر اپنا کام کرتا رہا۔ طبعیات وسائنس' کیمسٹری وطب ارضیات وفلکیات' تاریخ و جغرافیہ اور انسانیت کو نفع پہنچانے والے علوم وفنون اور نئی نئی تخلیقات وتجربات جاری رہے' اسپین کا مسلم معاشرہ اپنے باہمی خلفشار کے باوجود پورے یورپ کی علمی تحقیقی وتخلیقی پیاس بجھاتا رہا اور ایسے سائنسی تجربات اور طب وکیمسٹری اور نئے نئے علوم وفنون سے مالامال کرتا رہا' معاشرے کی یہی اندرونی روح وطاقت اسے ہر دور میں انسانی بہبودی کیلئے ہر وقت متحرک رکھتی تھی' بقول سر آرنلڈ کے جب کبھی مسلمانوں کی تلوار نے شکست کھائی تو معاشرے میں پنہاں روح و توانائی نے بہت جلد اس شکست کو فتح میں بدل دیا' تاتاری جیسے سفاک اور جابر دشمن سے شکست فاش کے بعد ایسا لگتا تھا کہ اب اسلام کا دم واپسیں ہے مگر چند ہی سالوں میں معاشرے کی اندرونی طاقت نے تاتاریوں کو حلقہ بگوش اسلام کرایا' مسلم معاشرے کی یہ قوت وروح ہر دور میں برقرار رہی۔

تاآنکہ مغرب کے مکار وعیار دشمن نے مسلم معاشرے کی اس اندرونی توانائی وقوت کو بھی ڈائنامیٹ کردیا اور نقب لگا کر اس میں پنہاں انسانی بہبودی کے جوہر سمندر کو زہر آلود کردیا' اور مسلم معاشرے کو خودغرضی نفس پرستی حرص خواہشات وشہوات اور فلسفہ لذت وہوس پرستی کے حیوانی وشیطانی خطوط پر استوار کردیا جس کی وجہ سے مسلم معاشرے کی روح نکل گئی اور اصل بنیاد منہدم ہوگئی معاشرے سے انسانیت کی بہبودی کی فکر وجذبہ نکلنے سے معاشرہ بے جان لاش بن کر رہ گیا' گزشتہ دوتین سو سال میں مسلم معاشرے نے انسانیت کی بہبودی کے لئے نہ کوئی علم ایجاد کیا نہ سائنسی تجربہ کیا' اسکے بعد مسلمانوں نے جہاں کہیں عسکری وسیاسی شکست کھائی تو پھر اس شکست کا کوئی مداوا نہیں ہوسکا کیونکہ معاشرے کی روح اور زندگی نکل چکی تھی' اب ایک شکست دوسری کی اور دوسری شکست تیسرے کی راہ ہموار کرتی رہی اس پے درپے شکست وریخت کے ماحول میں بیسویں صدی کے کچھ ملت کے درد رکھنے والے مفکرین نے جب دیکھا کہ پوری دنیا کا مسلم معاشرہ مغرب کی یلغار کے سامنے شکست وریخت سے دوچار ہے' ایک طرف کمیونزم کے فلسفے کی دوسری طرف مغربی فکر وفلسفے اور تمدن وکلچر کی یلغار کے سامنے مسلم معاشرہ دن بدن سپر انداز ہوتا جارہا ہے تو انہوں نے فکری ونظریاتی طور پر کمیونزم کے فلسفے اور مغربی نظریات وتمدن کے آگے بند باندھنے کی کوشش کی۔ علمی طور پر کمیونزم کا پوسٹ مارٹم کیا اور مغربی نظریات پر یلغار کردی۔ اور ان دونوں کو نوع انسانی کی بجائے محض مغرب کے طبقہ امراء و اشراف کے مفادات واقتدار کا ذریعہ ثابت کیا' مگر مسلم معاشرے کی اندرونی طاقت وروح نکلنے کی وجہ سے جو خلاء پیدا ہوگیا تھا اس سے تنزلی وزوال تیز ہوتا رہا اور مغرب کے خونی پنجے اور گرفت مزید مضبوط ہوتی رہی' ان حالات میں مسلم

مفکرین کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ کمیونزم کے نظریئے اور مغربی تمدن و کلچر سے نفوذ کا اصل سبب ان کی پشت پر عظیم الشان اسٹیٹ کا ہونا ہے ایک کی پشت پر ایشیئن امپائر ہے تو دوسرے کی برٹش و یورپی امپائر اور مسلم اسٹیٹ ٹوٹ پھوٹ کر بکھر رہی تھی جو بالآخر ۱۹۲۴ء اختتام کو پہنچ گئی ان مایوسی کے حالات میں تاریخ میں پہلی بار بیسویں صدی میں بعض اسلامی مفکرین نے اسلامی اسٹیٹ کے قیام کو قرآن اور اسلام کا نصب العین قرار دے کر پورے قرآن اور اسلام کو اس فکری محور کے گرد اس طرح سے گھمایا کہ قرآن کی ایک بالکل نئی تعبیر سامنے آئی جسے بجا طور پر ایک سیاسی تعبیر کہا جا سکتا ہے، مسلم نوجوانوں کی آنکھوں میں ہزار بارہ سو سالہ اسلامی امپائر کی شان و شوکت کا نقشہ اور کانوں میں مسلم اسٹیٹ کی عظمت و بالادستی کی پرشکوہ داستانیں گونج رہی تھیں' انہوں نے اسلام کی اس نئی تعبیر کو اپنے درد کا درمان اور عظمت رفتہ کے حصول کا واحد طریق جانا چنانچہ مسلم نوجوانوں خاص طور پر جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں نے جوق در جوق ان مفکرین کی آواز پر لبیک کہہ کر اسلامی اسٹیٹ کے قیام و حصول کو مقصد حیات بنالیا۔ اس نئے نصب العین کی خاطر ان مفکرین کو اسلام کی پوری ترتیب بدلنی پڑی۔ یعنی عقائد عبادات اخلاق معاملات اور سیاست کی ترتیب کو برعکس کر کے یعنی سیاست سے شروع کرنا پڑا اور اس تعبیر کے لئے انسان اور خدا کے گہرے عبدیت کے رشتہ و تعلق کو حاکم و محکوم کا رسمی رشتہ قرار دینا پڑا۔ جبکہ لفظ اللہ کے لغوی معنی ہی اس ہستی کے ہیں جس سے ٹوٹ کر بے انتہا محبت کی جائے جسے قرآن نے والذین امنوا اشد حباً للّٰہ سے تعبیر کیا' یاد رہے بیسویں صدی کے ان عظیم مفکرین جس میں شیخ حسن البنا سید قطب سید ابوالاعلیٰ مودودی اور فلسطین کے شیخ تقی الدین سبحانی' وغیرہ شامل ہیں' نے اپنے کام کی ابتداء معاشرے کی اصلاح و ترتیب اور اس کی توانائی و روح کی بازیافت ہی سے شروع کی تھی اور چند سال میں اس کام کے نہایت مفید نتائج سامنے آئے' باصلاحیت مخلص تعلیم یافتہ نوجوانوں کی ایک ٹیم وجود میں آ گئی مگر حالات کے پریشر اور کام کی کٹھائی اور دیر طلب ہونے اور مغرب کے طاغوتی طاقتوں کے ظلم و ستم کی کئی آندھیوں اور ان کے پوری دنیا پر تسلط و غلبے کے حالات نے ان مفکرین کو مختصر راستہ (شاٹ کٹ) پر ڈال دیا پھر ان جماعتوں اور فکر سے وابستہ بعض افراد نے جب دیکھا کہ نصب العین (اسٹیٹ کا قیام) دنیا کے مروجہ معروف اور متداول طریقوں سے حاصل نہیں ہو پا رہا' تو انہوں نے جلد بازی میں انتہا پسندی کا راستہ اختیار کیا' چنانچہ اخوان المسلمین میں سے جماعت الہجر و تکفیر (جس سے احمد الظواہری اور صدر سادات کے قاتل خالد کا تعلق) اور جماعت اسلامی سے بھی اس جیسی انتہا پسندانہ نظریات رکھنے والی جماعتیں وجود میں آئیں اگرچہ بعد میں اخوان المسلمین اور جماعت اسلامی نے ان سے باضابطہ طور پر اظہار لاتعلقی کیا' مگر یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ یہ تنظیمیں اسی نصب العین یعنی اسلامی اسٹیٹ کے جلد حصول کی خواہش میں پیدا ہوئیں اور یہ لوگ دنیا بھر میں اسلام اور مسلمانوں کی بدنمائی و بدنامی کا اور انسانیت کو اسلام سے وحشت زدہ کرنے کا سبب بنے۔

جب ہم اسٹیٹ کے قیام کے نصب العین کے لئے قرآن و سنت اور حضرات انبیاء کی زندگیوں کی طرف رجوع کرتے ہیں تو قرآن کی ایک آیت بھی براہ راست ہم سے اسٹیٹ کے قیام کا مطالبہ نہیں کرتی' اور نہ کوئی واضح حدیث ہمیں اس کام کا مکلف بناتی ہے' البتہ قرآن نے ایمان و عمل صالح پر استخلاف فی الارض کا وعدہ ضرور کیا ہے۔ اور

یہ بھی بتایا ہے کہ جب اہل ایمان کو اقتدار ملتا ہے تو وہ نماز وزکوٰۃ کو قائم کرتے ہیں' معروفات کو پھیلاتے اور منکرات سے روکتے ہیں اور یہ بھی کہ اہل ایمان اقتدار یعنی حکومت کے ملنے کے بعد اگر اللہ ورسول کے احکامات کے مطابق فیصلے نہ کریں تو قرآن انہیں ظالم فاسق بلکہ کافر تک قرار دیتا ہے' قرآن نے تین انبیاء سابقین' حضرت یوسفؑ' حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کا تذکرہ صاحبان اقتدار کے طور پر کیا' وہیں واضح طور پر یہ بتادیا کہ یہ اقتدار ان کی کسی کوشش کے بغیر محض اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا تھا' جائے غور ہے جو قرآن سینکڑوں جگہ پر پیرائے اور اسلوب بدل بدل کر نماز زکوٰۃ اللہ کی راہ میں جان و مال خرچ کسی تقویٰ احسان ہو اور دیگر اوصاف واعمال کی تلقین کرنا اور تاکیدی حکم سے بیان کرتا ہے' اور انہیں ایک مسلمان کا مقصود و مطلوب قرار دیتا ہے' وہ ایک جگہ بھی واضح طور پر اسلامی اسٹیٹ کے قیام کا مطالبہ نہیں کرتا اسی طرح ہزار ہا ہزار احادیث میں سے ایک حدیث بھی واضح طور پر اسٹیٹ کے قیام کا مطالبہ نہیں کرتی بلکہ اس کے برعکس شر وفساد کے دور میں بہت سی احادیث اقتدار اور حکومت کے جھمیلوں سے یکسو ہو کر اللہ ورسول کی اطاعت عبادات واعمال اور معاشرے کی تعمیر میں لگ جانے کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور قرب قیامت میں جب معاشرہ فساد کی انتہا کو پہنچ کر خیر کو قبول کرنے کی استوار رکھوا دے گا اس وقت معاشرے کی فکر کی بجائے اپنی ذات کو اللہ اور رسول کے حکم اور ذکر وعبادت پر جمانے کی ہدایت کرتی ہے' یہ بات بھی جائے غور ہے کہ اسلام کے ۱۴ سو سالہ دور میں کسی صحابی تابعی کسی مجتہد محدث عالم یا فقیہ اور بزرگ و ولی نے قرآن وسنت اور سیرت سے اسلام کا نصب العین اسٹیٹ کا قیام نہیں سمجھا جس پر بیسویں صدی کے بعض مفکرین نے لٹریچر کے ڈھیر لگا دیئے' ہمارے نزدیک اسلام جیسے واضح نصب العین رکھنے والے مذہب کے متعلق یہ تصور ہی ناقابل فہم اور گمراہ کن ہے کہ اس کے صحیح حقیقت و معنی یا نصب العین بیسویں صدی تک پردہ خفا میں رہا۔

اگر اسلام پوری انسانیت کا مذہب ہے اور قرآن ھدی للناس اور بلغ للناس' یعنی تمام انسانیت کے لئے پیغام ہے اور پیغمبر اسلامؐ کافتہ للناس بشیر ونذیراً ہیں اور سارے نوع انسان آپ کی امت دعوت ہیں تو جس طرح ایک تاجر اپنا مال بیچنے کی خاطر بعض اوقات خریدار کی طرف سے ناگوار باتوں کو بھی برداشت کر لیتا ہے اسی طرح داعی کو مدعو کے رویے سے صرف نظر کر کے اور صبر وتحمل کا دامن تھام کر پیغام پہنچانا ہوگا' یہی کام مسلم معاشرہ ہر دور میں خاموشی سے کرتا رہا ہے' حتیٰ کہ برصغیر میں مسلم اسٹیٹ کے اختتام کے وقت مسلم آبادی کا تناسب بمشکل دس فیصد رہا ہوگا' جو ایک صدی بعد کل آبادی کی ایک تہائی کے قریب جا پہنچا' اگر حالات نارمل رہتے اور معاشرہ اپنا کام کرتا رہتا تو قیاس کہتا ہے کہ مزید ایک صدی میں برصغیر کے مسلمانوں کو واضح اکثریت بن جانے سے کوئی طاقت نہیں روک سکتی تھی' مگر دعوتی کے بجائے سیاسی ذہن وفکر اور اقتدار کی خواہش نے برصغیر کے معاشرے میں منافرت دوری اور تلخی گھول کر اسلام کے سمجھنے کے امکانات ختم نہیں تو نہایت محدود کر دیئے' ہمارے نزدیک اسلام جیسے آفاقی اور پوری انسانیت کے لئے پیغام رکھنے والے مذہب کو اسٹیٹ کی تنگ نائیوں میں بند کرنا بھی ناقابل فہم ہے' جس دین کی تعریف' خود پیغمبر اسلامﷺ النصیحہ یعنی خیر خواہی کے لفظ سے کی ہو کہ یہ اللہ ورسول مسلمانوں اور پوری انسانیت کے لئے بھلائی وخیر خواہی ہے' اس کا اولین

تقاضا انسانیت کے درمیان ہر قسم کی غلط فہمیوں کو ختم کر کے ان کو پیغام سننے کے مواقع مہیا کرتا ہونا چاہیے۔ جبکہ اسٹیٹ اور اقتدار کا لفظ ہی اقوام عالم کے درمیان ٹینشن و تناؤ فاصلے و بدگمانی کے ڈھیر لگا دیتا ہے' اگر اسلام کا نصب العین کسی اسٹیٹ کا قیام ہوتا تو مدینہ کی اسٹیٹ کے اندر ہی بند رہ جانا چاہیے تھا اور مسلمانوں کے اسلامی اسٹیٹ چھوڑ کر برصغیر 'چین' انڈونیشیاء اور دنیا بھر میں تگ ودو بے معنی ہو جاتی ہے۔ برصغیر میں موجود تقریباً پچاس کروڑ مسلمانوں میں فی ہزار نو سو ننانوے وہاں کی مقامی آبادی سے ہیں۔ یہی حال دنیا بھر کے مسلم معاشرے کا ہے۔ یہ سب سے بڑی شہادت اور دلیل ہے جو قائداعظم اور علامہ اقبال کے نظریئے پر سوالیہ نشان بنا دیتی ہے۔ کیونکہ اسلام انسانیت کا مذہب ہے نہ کہ قبائلی مذہب جو کی جغرافیے کی تنگ نائیوں میں محدود ہو کر رہ جائے۔

آبادی کے اعتبار سے دنیا کا سب سے بڑا ملک انڈونیشیا کسی فوج یا اسٹیٹ کے بغیر مسلم ملک بنا اور دوسرا بڑا ملک بنگلہ دیش مسلم اسٹیٹ کے دور میں نہیں بلکہ برٹش امپائر کے عین دور شباب میں مسلم اکثریت کا خطہ بنا۔ اسلام اپنی اشاعت کا کبھی اسٹیٹ کا مرہون منت نہیں رہا' دنیا میں مسلم اسٹیٹس بنتی بگڑتی رہیں۔ اس سے اسلام کی رفتار پر کوئی فرق نہیں پڑا۔ بلکہ وہ اپنی اندرونی توانائی و اسپرٹ سے برابر نئی فتوحات حاصل کرتا رہا' کیونکہ

ع نشہ مئے کو تعلق نہیں پیمانے سے

برصغیر میں اسلام کا نام استعمال کر کے ۵۸ سال پہلے ایک اسٹیٹ ضرور وجود میں آئی مگر کبھی اسلام اسلام آباد کے ائیرپورٹ پر نہیں اتر سکا اور نہ مستقبل میں کبھی اتر سکنے کا امکان نظر آتا ہے۔ اسلام تو خیر بہت بڑی چیز ہے اگر اگلے ۵۸ سال میں صحیح معنی میں مغرب ڈیموکریسی اور سوشل جسٹس (سماجی انصاف) ہی آ جائے تو ہم اسے اس نظریئے کی کامیابی سمجھیں گے مگر اس کا بھی دور دور تک کوئی امکان نظر نہیں آیتا۔ اگر غور کیا جائے تو مسلمانوں کی سوچ و فکر کا رخ انسانی بہبودی اور معاشرے کی تعمیر کے بجائے اسٹیٹ کے اور حصول اقتدار کی طرف مڑ جانا ہی موجودہ پریشانیوں کا بنیادی واصل سبب ہے۔ مثلاً امریکہ میں مسلمان تیزی سے اپنے قدم جماتے جا رہے تھے اور عددی اعتبار سے دوسری بڑی کمیونٹی بن چکے تھے' مسلم معاشرہ خاموشی سے اپنا کام کرتا تھا کہ کٹر بُش کے پہلے الیکشن کے موقعہ پر مسلمانوں نے اپنی سیاسی طاقت کا مظاہرہ کر دیا' جس پر صیہونی طاقتوں کے کان کھڑے ہو گئے جن کا عرصہ سے امریکہ و مغرب پر ہمہ جہتی اقتدار قائم ہے کہ مسلمانون کی یہ جرأت کہ ہماری حدود میں دخل دیں یہاں یہ طے کرنا کہ اقتدار پر کون فائز ہو' صرف ہمارا حق ہے۔ اور اس کے بعد نائن الیون (۱۱۔۹) کا ڈرامہ رچایا گیا اور امریکہ میں مسلمانوں کا وہ حشر کیا کہ جان کے لالے پڑ گئے۔

مسلم معاشرے کی اندرونی روح و توانائی کے خاتمے کا سب سے بڑا سبب تو خود اہل دین کا عقائد و فقہی مسالک کے جھگڑوں میں مشغول ہو کر انسانیت کے تئیں اپنے فریضے سے غافل ہو جانا ہے۔ صدیوں سے مذہبی طبقے کا دائرہ کار عقائد و عبادات اور نیک بننے کو مشق رہ گیا ہے۔ ان کے پاس انسانیت کی بہبودی کیلئے سوچنے کی فرصت نہیں رہی' دوسرا سبب مغربی اقوام بالخصوص برطانیہ و فرانس کا سیاسی علمی فکری غلبہ ہے' برطانیہ نے برصغیر میں اپنی نظام تعلیم

افکار ونظریات اور تمدن و کلچر کے ذریعے ایک ایسی نسل پیدا کردی جن کی نشوونما خواہشات‘ خودغرضی‘ نفس پرستی‘ اور حیوانیت کی خصائص پر ہوئیں۔ برصغیر میں برٹش امپائر پنجاب کی فوج پولیس اور انٹیلی جنس کے بل بوتے پر قائم رہے۔ اس نے ایک طبقے کو ملک وملت سے غداری کے عوض زمینیں و جاگیرداریاں دیکر عوام پر تسلط‘ غلبہ بخشا‘ جب برطانیہ نے محسوس کیا کہ اس کی پروردہ نسل اس کے منشاء کے مطابق اس خطے کو سنبھال سکتی ہے تو سیاسی اقتدار اس ٹولے کے حوالے کرکے واپس آ گیا۔ پاکستان بننے کے بعد یہ طبقہ گزشتہ ۵۸ سال سے بلاشرکت غیرے ملک کا مالک ومختار بنا ہوا ہے۔ فوجی حکومت ہو یا جمہوری حکومت‘ اصل اقتدار اپنی مراعات یافتہ غدار خاندانوں کا رہا‘ جو ہر دور میں ملک کے وسائل کو اپنی ذاتی جاگیر جان کر لوٹ کھسوٹ کرتے رہے۔ بینکوں کے کروڑوں اربوں روپے ہڑپ کر کے معاف کرواتے رہے‘ قیمتی زمینیں کوڑیوں کے دام اپنے نام الاٹ کرواتے رہے۔ پاکستان کے حالیہ زلزلے میں بیرون ممالک کی امداد کا بڑا حصہ ہڑپ کر چکے ہیں۔ زلزلے سے متاثر لاکھوں عورتیں بچے بوڑھے برفباری و بارشوں کی مصیبت جھیل رہے ہیں۔ اور یہ بسنت کا جشن منا کر درجنوں معصوم بچوں کی گردنیں پتنگ کی ڈور سے کاٹ رہا ہے‘ اور فائیوسٹار ہوٹلوں میں شراب وشباب‘ رنگ وموسیقی میں مگن ہے۔ یہ اسلام اور قرآن کو اپنے لئے پیغام موت سمجھتا ہے۔ مغرب نے تقریباً ہر ملک میں ایسا طبقہ پیدا کر کے اقتدار واختیارات اور ملک کی باگ ڈور انکے ہاتھ سونپ رکھی ہے۔ جو امریکہ و برطانیہ کے گورنر یا وائسرائے بن کر ان کے چشم ابرو کے اشارے پر کام کر رہا ہے۔ غرض مسلم معاشرے کی تباہی کا اصل و بنیادی سبب معاشرے کی روح کا نکل جانا ہے۔ اور قرآن نے انسانی کی بہبودی کے لئے جو اسپرٹ پیدا کی تھی اس سے محروم ہوجانا ہے‘ یہی مسلم مفکرین کے لئے وقت کا سب سے بڑا چیلنج ہے کہ اس جاں بلب معاشرے کی روح وتوانائی کس طرح لوٹے نہ کہ اقتدار اور حکومت کے گلیاروں تک علماء ومفکرین کی رسائی‘ اول تو مغرب کی پروردہ نسل کبھی خدا اور رسول ﷺ پر ایمان رکھنے والوں کو اقتدار تک پہنچنے نہ دے گی۔ یہ حقیقت دن بدن واضح ہوتی جارہی ہے کہ مغرب مسلم ممالک میں جمہوریت کے نام پر عراق اور افغانستان کی طرح اپنے فرمانبردار اہلکاروں کی حکومت کا خواہاں ہے‘ بالفرض ومحال دینی جماعتیں اگر کسی مسلم ملک میں الیکشن کے ذریعے اوپر کبھی گئیں تو عالمی طاقتوں نے جو گزشتہ کئی صدیوں سے صہیونی شیطانوں کی غلام وآلہ کار بن چکی ہیں انہیں بے بس و بے اثر کرنے کیلئے دوسرا انتظام کرر رکھا ہے‘ وہ یہ کہ دوسری جنگ عظیم کے فاتحین امریکہ و برطانیہ وغیرہ نے اپنی فتح کو دائمی بنانے اور پوری انسانیت پر نافذ ومسلط کرنے کے لئے اقوام متحدہ کو وجود بخشا۔ اور یو این او کے ذریعے دنیائے انسانیت پر اپنا اقتدار مستحکم کرلیا۔ دنیا کے سارے ممالک بشمول مسلم ممالک کے یو این او کے آئین وچارٹر پر دستخط کر چکے ہیں۔ کہ وہ اپنے اپنے ملکوں میں یو این او کا تیار کردہ آئین نافذ کریں گے۔ اور اپنے ملکی وقومی آئین وقوانین کو بدل کر اس کے مطابق بنائیں گے۔

یو این او کا یہ دستور اور چارٹر مغربی طاقتوں کے مفادات‘ خواہشات اور تمدن کے مطابق اور آسمانی تعلیمات کے متوازی بلکہ برعکس ہے‘ مثلاً اس کی ایک دفعہ یہ ہے کہ بالغ عمر کے مرد وعورت کو غیر مسلم سے شادی کرنے سے نہیں

روک سکتے۔ ایک دفعہ یہ ہے کہ کسی مجرم کو ایسی سزا نہیں دی جائے گی جس میں اس کی تذلیل ہو یا اسے اذیت ہو یعنی قرآن کے حدود وقصاص کے تمام قوانین یک لخت ختم۔ ایک دفعہ یہ ہے کہ مرد و عورت ہر اعتبار سے مساوی ہوں گے اس سے قرآن کے تمام معاشرتی، عائلی قوانین ختم ہو جاتے ہیں۔ مثلاً طلاقوں دینے کا حق جس طرح مرد کو ہے عورت کو بھی دینا ہوگا وغیرہ۔ اسطرح قرآن کے وراثت کے تمام قوانین منسوخ۔ لڑکے کے دو حصے لڑکی کا ایک حصہ نہیں بلکہ مساوی حق ہوگا۔ چند سال پہلے مصری عدالت نے دو لڑکوں کو جنسی تعلق قائم کرنے کی وجہ سے سزا دی تھی اس پر حسنی مبارک کو یہ کہہ کر مغرب سے معافی مانگنا پڑی تھی کہ ابھی معاشرے میں قرآن کا کچھ (فرسودہ) اثر باقی ہے اسلئے یہ غلطی ہوئی۔ ورنہ یہ ان ملازمین کا بنیادی حق ہے۔ یو این او کو یہ اختیار بھی حاصل ہے کہ وہ طے کرے کہ کس ملک کو کتنی فوج رکھنی ہے اور کون سے اسلحہ بنانے ہیں اور کس ملک کو اعلیٰ ٹیکنالوجی نیوکلیئر تعلیم، حاصل کرنے کا حق ہے۔ اور ہر ملک میں چیزوں کے دام بھی یہی مقرر کریگی۔ یو۔ این۔ او پہلے ہی طے کر چکی ہے کہ دنیا میں نیوکلیئر پاور بننے کا حق صرف پانچ بڑی طاقتوں ہی کا ہے۔ تاکہ مغرب کی دہشت پوری دنیا پر طاری رہے۔ یہی نہیں کہ دنیا کے ہر ملک کا آئین و دستور وقوانین وضابطہ اور انسانی حقوق کی تعریف بھی یو۔ این۔ یو ہی طے کریگی۔ غرض پوری دنیا پر اقوام متحدہ کے نام سے مغرب کا عالمی اقتدار قائم ہو چکا ہے۔ اور یو این یو کا یہ حق بھی دنیا کے تمام ملک تسلیم کر چکے ہیں کہ اس کے آئین قوانین اور قراردادوں کی خلاف ورزی کرنے والی حکومتوں پر یو این او کو فوج کشی کر کے ان حکومتوں کو ختم کرنے کا حق ہے جیسا کہ افغانستان میں ہو چکا ہے۔ موجودہ حالات میں اقوام متحدہ کے قوانین و چارٹر کی خلاف ورزی کرنے کی جرأت چین اور بھارت جیسے عظیم ملک بھی اپنے میں نہیں پاتے تو مسلم ممالک کس شمار میں ہیں۔ یہ ہیں آج کی دنیا کے زمینی حقائق اب انکو سامنے رکھ کر بتائیے اگر دینی جماعتیں کسی خطے یا ملک میں انتخابات کے ذریعے اقتدار تک پہنچ بھی گئیں تو وہ کیا کچھ کر پائیں گی؟ اور کس طرح اسلام کا نفاذ کرینگی؟ موجودہ حالات میں ہمارے پاس واحد آپشن (راستہ) یہی رہ جاتا ہے کہ قرآن و اسلام نے پوری انسانیت کی بہبودی کا جو پیغام اور پروگرام دیا ہے اس سے دنیائے انسانیت کو روشناس کرائیں اور خود عملی نمونہ بن کر جدید ذرائع ابلاغ کے ذریعے دعوت کا امپائر قائم کر کے تمام انسانیت کو انکی دنیا پر آخرت کی سرخروئی وسرفرازی کی یقینی راہ کی طرف بلائیں نہ کہ اقتدار و اسٹیٹ کے حصول کی دوڑ میں شامل ہو کر اقوام عالم کے حریف بن جائیں۔ قرآن اور ہماری پوری تاریخ شاہد عدل ہے کہ جب کبھی معاشرہ وافراد پر ایمان واسلام کا رنگ چڑھا تو خود بخود اسلامی اسٹیٹ قائم ہوگی۔ پوری تاریخ میں ایسا کبھی نہیں ہوا کہ اسٹیٹ کے ذریعے معاشرہ وافراد میں ایمان واسلام قائم ہوا ہو۔ غرض وقت کا سب سے بڑا چیلنج اور بنیادی سوال ہے اسٹیٹ یا سوسائٹی؟ ہر مسلمان خاص طور پر مسلم مفکرین وزعما اور قرآن وسنت کا علم رکھنے والوں کیلئے یہ سوال وقت کی سب سے بڑی آزمائش اور ان کے فہم و بصیرت کا امتحان ہے۔

اس سوال کا جواب یا فیصلہ امتِ مسلمہ بلکہ پوری انسانیت کا مستقبل طے کرے گا۔

سلسلہ خطبات جمعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط وترتیب : حافظ محمد سلمان الحق انوار حقانی
مدرس دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

اطاعتِ رسولؐ کے انقلابی اثرات

(۴)

نحمده ونصلى على رسوله الكريم اما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم۔ وعدالله الذين آمنوا منكم وعملوا الصالحات ليستخلفنهم فى الارض كما استخلف الذين من قبلهم وليمكنن لهم دينهم الذى ارتضى لهم وليبدلنهم من بعد خوفهم امنايعبدوننى لايشركون بى شيأ ومن كفربعد ذالك فاولئك هم الفاسقون۔ (سورة نور آيت ۵۵)

ترجمہ: اللہ نے تم میں سے جولوگ ایمان لائے ہیں اور نیک عمل کئے ہیں وعدہ کرلیا ہے کہ ان کوالبتہ ملک میں اس طرح حاکم بنادیں گے جس طرح حاکم بنایا پہلے لوگوں کواوران کے لئے اس دین کو جوان کیلئے پسند کردیا جمادیں گے۔ اوران کے خوف کے بدلے ان کو (اللہ) امن دے گا (یہ لوگ) میری عبادت کریں گے میرے ساتھ کسی کوشریک نہیں کریں گے۔اس کے بعد جولوگ ناشکری کریں گے پس وہی لوگ نافرمان ہونگے۔

اعزازات صحابہ کرام:

گزشتہ جمعوں سے امیین عرب جو باطل مذہب اور زر'زن' زمین کے خاطر آپس میں لڑتے رہے جب پیغمبر علیہ السلام نے ان کے سامنے حق ظاہر کردیا ان میں سے جن لوگوں نے اپنے آباؤ اجداد کے لادینی عقائد و نظریات سے توبہ تائب ہوکر نبی برحق کی دعوت پر لبیک کہا ان کا ذکر ہورہا ہے کہ خدائی دعوت کی قبولیت کے نتیجہ میں ان کی کایا ہی پلٹ کردہ محمد الرسول الله والذين معه اشداء على الكفار رحماء بينهم (سورة الفتح '۲۹) ترجمہ: محمد اللہ کے رسول ہیں اور جولوگ آپ کے صحبت یافتہ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں تیز ہیں اور آپس میں مہربان ہیں۔

اور رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ جیسے القابات سے مالا مال ہوئے یہ وہ اعزازات ہیں جو انبیاء اور سرورکونین ﷺ کے بعد ان کی عظمت وتفوق پر دلالت کررہے ہیں۔

صحابہ مقتدیٰ بنے:

دعوت اسلام قبول کرنے سے پہلے وہ عام آدمی اور دوسروں کے تابع اور مقتدی بنے ہوئے تھے جب حلقہ

بگوش اسلام ہو کر اپنا تن من سب کچھ اللہ و رسول کے حوالہ کر کے فنا فی اللہ ہو گئے تو رہتی دنیا کے لئے متقدا بن گئے۔ دین اسلام کی سربلندی اور پھیلانے کے لئے اپنے نفوس اور مال و متاع کو قربان کرنے کے لئے ان میں مقابلہ ہوتا۔ الغرض ان نفوس قدسیہ نے ایمان و عمل صالح و اخلاق نبوی ﷺ پر چلنے اور آپس میں اتفاق و محبت کی شرائط جب پوری کی تو رحیم و کریم ذات نے بھی ایفائے عہد کا وعدہ پورا کر دکھایا

عقبہ بن نافع کا درندوں کو خطاب و ثمرات:

حضرت والد صاحب شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب نور اللہ مرقدہ' اپنے مواعظ میں جو مختصر جامع اور عبرت آموز سے واقعات بھرپور ہوتے اطاعتِ احکم الحاکمین کے صلہ میں اللہ کی غیبی نصرت کے عجیب وغریب واقعات سناتے الفاظ انتہائی سادہ' عام فہم مگر اصلاح کے طلبگاروں کے لئے تریاق کا کام دیتے۔ اسی موضوع پر افریقہ کے والی عقبہ بن نافع جو کہ جلیل القدر صحابی ہیں کے ایک سفر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ مذکورہ صحابی اپنے فوج کے ساتھ ایک مشن پر روانہ ہوئے۔ افریقہ کے جنگلات کے گھنے ہونے اور ان میں انتہائی خطرناک جانوروں کی موجودگی کے قصے جو حضرات ان علاقوں کے سفر کر چکے ہیں ان کی زبانی آپ سنتے رہتے ہیں۔ حضرت عقبہ اور ان کے ساتھیوں کو بھی اپنے منزل تک رسائی کے لئے درمیان میں ایک ایسے جنگل کو سر کرنے کا مسئلہ درپیش تھا۔ جنگا انسانی خون کے پیاسے اور جان کے دشمنوں میں شمار ہوتا ہے۔ شیر' بھیڑیے' سانپوں اور دیگر موذی حشرات الارض سے وہ علاقہ بھرا پڑا تھا۔ اس حصہ زمین کو عبور کرنا تو دور کی بات تھی وہاں ایک قدم رکھنا موت کا از خود استقبال کرنے اور دعوت دینے کے مترادف تھا۔ رفقاء سفر نے اپنے امیر کو مشورہ دیا کہ ہلاکت اور موت سے محفوظ رہنے کی ایک ہی صورت ہے کہ اس جنگل کے درمیان سے گزرنے کا ارادہ ترک کیا جائے مگر اطاعتِ خداوندی کے جذبہ سے معمور اس بندۂ خدا نے یہ مشورہ قبول کرنے کی بجائے ایک اونچے ٹیلے پر چڑھ کر عقل و دانش سے خالی درندوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا' اے جنگلی درندو! خبردار ہو جاؤ کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے حکم پر جان قربان کرنے والے صحابی ہیں' ہمارے یہاں آنے کی غرض صرف اور صرف کلمہ اللہ کی اشاعت اور تبلیغ دین ہے' تم اپنی مرضی سے ہمارے اس مقدس راہ میں روڑے اٹکانے کے بجائے راستے سے ہٹ جاؤ اگر اس حکم کی تعمیل نہ ہوئی تو تمہارا وہی حشر ہوگا جس کا ہمارا مالک اور بادشاہ یعنی رب العالمین حکم فرمائے گا۔ ان کے خطاب کے ختم ہوتے ہی سارے کے سارے درندے جنگل سے بھاگ نکلے۔ راستہ پُرامن اور بے خطر ہو کر امیر اپنے رفقاء سمیت جنگل کو عبور کر گئے۔

عہد الست: مسلمان جب زبان و فعل سے کلمہ شہادت کا اقرار و اذعان کر لیتا ہے تو وہ درحقیقت اسلامی احکامات' اوامر پر عمل کرنے اور منکرات و نواہی سے بچنے کا وعدہ اللہ کے سامنے کر دیتا ہے۔ عہد الست بھی وہی وعدہ اور معاہدہ ہے جو عالم ارواح میں بندوں نے اپنے رب العالمین سے کیا ہوا ہے۔ انسان نے جب بھی اللہ سے اپنے کئے وعدوں کو نبھایا۔ خطبہ کے ابتداء میں تلاوت شدہ وعدہ کے مطابق رب کائنات نے پھر ایسے واقعات ان مقرب افراد

کے ہاتھوں رونما فرمائے کہ انسانی عقل دنگ رہ کر رتی برابر عقل رکھنے والا اقرار کئے بغیر نہیں رہتا کہ یہ سب کچھ قوتِ ایمانی کے سوا کسی اور چیز کا ثمرہ نہیں۔

تفویض وتوکل کی برکات: سرکشی، نافرمانی اور اخلاق باختگی سے بھرے اس دور میں اولاد والدین کی، شاگرد استاذ کا، رعیت، امیر و بادشاہ کی، بیوی خاوند کی، غرض اپنے کو بڑے بڑے عقل کل سمجھنے والے اپنے علاوہ کسی دوسرے کا حکم ماننے کے لئے تیار نہیں۔ اور جب اسی انسان نے مکمل سپردگی، اطاعت، اللہ کی شہنشاہیت اور اقتدار کو من وعن تسلیم کرلیا۔ تو دشت وصحراء اور جنگلات کے وحشی جانوران کے سامنے سرِ تسلیم خم ہو کر انکے احکامات پر چلنے لگے۔ اسلام کے علاوہ کسی اور نام ونہاد باطل مذہب کے ایسے پیروکار قطعاً نہیں جنکے ذریعے حق تعالیٰ نے ایسے امور خوارق کا ظہور فرمایا۔

اللہ کے نیک بندوں پر خصوصی عنایات: ایسے عجائب وغرائب واقعات سن کر ایک صحیح العقیدہ مسلمان کا اپنے رب پر عقیدہ مزید محکم ومضبوط ہو جاتا ہے کہ جن لوگوں نے ہر چیز تقدیر الٰہی وتوفیق ایزدی کے سپرد کردی، انکو پہلے تو اس دنیا ہی میں قدرتی مدد ونصرت کے ذریعہ فتح وکامرانی اور خوشحالی کی نعمتیں ملیں، صرف یہ نہیں بلکہ جنت کے قیمتی انعامات بلند مراتب اور سب سے بڑھ کر نعمت عظمیٰ اللہ کے دیدار کی صورت میں ملے گی۔ پھر تو اسی انسان پر اطاعت ربانی کی برکت سے ایسے راحتوں کے دروازے کھلتے جاتے ہیں۔ جن کی جھلک کا اندازہ انبیاء کے سردار کے اس قول سے لگایا جاسکتا ہے۔ عن ابی هريرة ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال قال ربكم عزوجل لو ان عبيدی اطاعونی لاسقيتهم المطربا الليل و اطلعت عليهم الشمس باالنهار ولم اسمعهم صوت الرعد (رواہ احمد) ترجمہ: ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلعم نے فرمایا بزرگ وبرتر تمہارے رب نے فرمایا اگر میرے بندے میری تابعداری کریں گے تو یقیناً میں ان پر رات کو بارش برساؤں گا اور دن کو ان پر سورج طلوع کروں گا (حتیٰ کہ) ان کو بادل گرجنے کی آواز بھی نہ سناؤں گا۔

رات کی بارش کی منفعتیں: رحیم وکریم کی شان کریمانہ کو پھر دیکھئے کہ فرماتے ہیں کہ بارش پھر رات کو برساؤں گا کیونکہ بارش رب جلیل کی نعمتوں سے اہم نعمت اور انسانی ضرورت ہے۔ لیکن اس کے برسنے کے وقت انسان کے کئی امور میں تعطل بھی پیدا ہو جاتا ہے، جو کبھی کبھی انسان کے پریشانی کا باعث بن جاتا ہے۔ رات کو چونکہ آرام کا وقت ہوتا ہے۔ مشاغل ومصروفیات سے بے نیاز ہو کر انسان سونے اور آرام کا خواہشمند ہوتا ہے۔ تو رب کریم انہی مطیع اور فرمانبردار بندوں پر اپنی رحمت کا نزول بارش کی صورت میں فرمادیتا ہے۔ نہ کسی شغل میں رکاوٹ آتی ہے۔ بارش کی طلب اور ضرورت بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ اور نیند کی صورت میں راحت سے بھی مالا مال ہو جاتا ہے۔ پھر آپ حضرات کو خود اندازہ ہے کہ بارش کے دوران بادلوں کی گھن گرج اور بجلی کے چمکنے سے خوفناک اور ڈراؤنی آواز بھی پیدا ہوتی ہے، نیند کی حالت میں رب العزت اسی بندے کو ان ڈرانے والی آوازوں کے سننے سے بھی محفوظ کردیتا ہے۔ پھر مزید لطف وکرم کو دیکھئے کہ نیند سے بیدار ہونے کے بعد دنیوی امور نمٹانے کا مرحلہ آتا ہے جو بادل و بارش کی صورت میں

ناممکن ہوتے ہیں تو وہی خالق و مالک اپنے انہی نیک و پاک بندوں پر احسان فرما کر آسمان پر صاف وشفاف سورج کو نمودار فرما دیتے ہیں۔ تاکہ سکون سے اپنے روزمرہ کے امور سرانجام دے سکیں۔

<u>رزق اللہ ہی نے دینا ہے:</u> کاش اگر آج امت کی اپنے خالق و مالک کے وعدوں پر دل سے یقین واعتماد ہوتا تو نہ رزق کے لئے دردر ٹھوکریں کھا کر ذلیل وخوار ہوتے اور نہ کفار واغیار کے دست و بازو بن کر ان کے ہر حکم کے سامنے معذرت خواہانہ انداز اختیار کرتے۔ رزق کو انسان کے لئے پیدا گیا گیا ہے جیسے یہ تمام کائنات اللہ نے انسان کی خدمت پر مامور فرمائی۔ ہم یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ انسان رزق کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ یہاں سے انسان نے اپنا سب کچھ برباد کر دیا ہے ورنہ رب کا تو وعدہ ہے: ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لایحتسب ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ ان اللہ بالغ امرہ قد جعل اللہ لکل شئی قدرا (سورۃ الطلاق آیت ۲۔۳) ترجمہ۔ جو شخص اللہ سے ڈرے تو اللہ اس کے لئے (مشکل) سے نکلنے کا راستہ پیدا کر دیتا ہے اور اسے (اللہ) ایسی جگہ سے رزق پیدا فرما دیتا ہے جہیں سے (اس کے) وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتا اور جو شخص (اپنے امور میں) اللہ پر توکل اور اعتماد کرے تو دنیا وآخرت میں اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ اپنے مراد کو پہونچنے والا ہے۔

(یعنی وہ اپنے ہر حکم اور فیصلہ نافذ کرنے کی مکمل صلاحیت اور قوت رکھتا ہے) اور بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کے لئے اندازہ مقرر کیا ہوا ہے۔

<u>اسباب رزق کا اختیار کرنا سنت ہے:</u> آج ہم یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ ہمیں جو کچھ مل سکتا ہے وہ صرف ہماری مساعی ہی کا نتیجہ ہے اگر کسب وکمائی کے وسائل وذرائع اختیار کریں گے تو رزق ملے گا ورنہ قسمت میں بھوک وافلاس ہی ہوگی جبکہ مسلمانوں کی یہ شان نہیں وہ رزق ومعاش کے اسباب اختیار کر کے اللہ کی اطاعت اور تابعداری کے ساتھ یہ عقیدہ رکھے گا کہ یا اللہ اسباب پر آپ کے حکم کے مطابق میں نے عمل کر دیا ہے کہ اسباب کا اختیار کرنا سنت ہے۔ اب دنیا وآخرت کے معاملات میں کامیابی آپ ہی کے قدرت اور توفیق پر موقوف ہے۔

<u>راحت وسکون کیسے حاصل ہو:</u> آج زمین کے وسیع وعریض خطہ کا بہت بڑا حصہ مسلمانوں کے زیر تسلط ہے' اربوں رعایا مسلمان' حکمران مسلمان وسائل بے انتہاء مدارس اور معاہد ہزاروں' وعظ ونصیحت کے محافل بے شمار' گلی گلی مسجد' منبر ومحراب دینی احکامات سے بھرپور رسائل ورجرائد کی بھرمار اس کے باوجود دین ودنیا ہر لحاظ سے تمام مسلمان ذلت وپستی کا رونا رو رہے ہیں۔ ملک وریاست' دولت وعزت کے جو حقیقی اسباب ہیں اس کو ہم نے ترک کر دیا۔ ہر فرد بے چین ہے کہ مجھے عزت راحت وسکون کیسے حاصل ہو۔ سکون وراحت کے حصول کی خواہش صرف آرزو اور تمنا کی حد تک ہے' اس کے حاصل کرنے کے جو حقیقی تدابیر اللہ اور اس کے رسول نے بتلائے ہیں ان سے ہم نے مکمل صرف نظر کیا ہوا ہے۔ مسلم قوم اگر دنیا کے اقوام پر غالب ہوگی تو اس کے لئے اخلاق محمدی کو اپنانا ہوگا۔ دین واسلام کا جھنڈا لیکر مقابلہ

کے لئے میدان عمل میں نکلنا پڑے گا۔ یہ وہ طاقت اور قوت ہے جس کا مقابلہ نہ دولت کر سکتی ہے اور نہ عددی اکثریت۔ نہ کفار کے توپ و تفنگ' راکٹ بم اور میزائل' شرط یہ ہے کہ مسلمان اللہ و رسول سے کیا ہوا وعدہ سچا دکھا کر ثبات اور استقلال سے مشکلات و مصائب کے سامنے ڈٹ جائیں۔

جماعت رسولؐ کا نصب العین: آپکو معلوم ہے حضورؐ نے جب کفار مکہ کو دعوت اسلام دی' ابتداء میں حضورؐ کے ساتھ صرف تین سرفروش مسلمان تھے۔ حضرت ابوبکرؓ خدیجۃ الکبریٰؓ اور حضرت علیؓ ۔ مقابلہ میں کفار کی بے پناہ طاقت۔ مسلمانوں کی تعداد جب تیرہ ہوئی۔ علانیہ نماز پڑھنا بھی ان کے لئے مشکل تھا۔ حضرت دار ارقم کے گھر میں بند دروازے کے اندر نماز ادا کرتے رہے۔ غالب آنے کے ظاہری اسباب و وسائل کا نام و نشان ہی نہ تھا۔ دنوں کے دن گزرنے پر بھی حالت یہ تھی کہ کھانے کا ایک نوالہ بھی میسر نہ تھا۔ مگر ان پاک وصاف اور ایمان کے زیور سے مالا مال جماعتِ مقدسہ کا نصب العین دولت خوارک' اور اقتدار نہ تھا۔ صرف اور صرف اعلائے کلمۃ اللہ' کہ میں رہوں یا ختم ہو جاؤں مگر اللہ اس کے محبوب صلعم کے نام اور دین کا بول بالا ہو۔

طاقتور اسلحہ: مسلمان کا یہ ایسا مضبوط اور طاقتور اسلحہ ہے کہ اسکے سامنے پھر دنیا کی بڑی سی بڑی طاقت اور عددی کثرت صفر ہو کر رہ جاتی ہے۔ اسی عقیدہ اور اسلامی تعلیمات کو اپنانے کے بعد ان میں ایسا روحانی انقلاب آیا کہ قوت و طاقت اور فوجی لاؤلشکر کے غرور میں مست حاکم و سرداران کے سامنے اپنے آپکو کمزور تر اور بے بس سمجھنے لگے۔

نصرت اور فتوحات کے وعدے پورے ہوئے: اسی تبدیلی کو مالکِ کون و مکان نے ان بابرکت کلمات میں ذکر فرمایا: واذکروا اذ انتم قلیل مستضعفون فی الارض تخافون ان یتخطفکم الناس فاٰوٰکم وایدکم بنصرہ ورزقکم من الطیبٰت لعلکم تشکرون (سورۃ انفال ۲۶)

ترجمہ: وہ زمانہ یاد رکھو جب تمہاری تعداد بہت کم تھی اور زمین پر تم کمزور سمجھے جاتے' تم اس وقت اس خوف میں رہتے کہ کہیں لوگ تم کو اچک نہ لے جائیں پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں (رہنے کے لئے) ٹھکانہ دیا اور اپنی امداد سے تم کو قوت دے دی اور تمہیں (پاک وصاف) رزق کے اسباب مہیا کر دیئے تاکہ تم (اللہ کے) شکر ادا کرنے والے بن جاؤ اللہ کی جانب سے اسی قوت و طاقت کے حاصل کرنے کے بعد انہی بھوک و افلاس کے مارے ہوئے قلندروں اور خدامست مسلمانوں کے سامنے رزق کے انبار اور ڈھیر لگ گئے۔ تکبر و غرور اور عیش و عشرت کا تو ان کے ہاں تصور بھی نہ تھا۔ جہاد کے موقع پر مال غنیمت میں اپنے اپنے حصہ کے لاکھوں درہم و دینار فوراً حاجتمندوں اور مساکین میں تقسیم کر کے خود اور اپنے اہل و عیال کو بھوک اور افلاس کی حالت میں چھوڑ کر اپنے مالک و خالق کے سامنے بطور شکر سجدہ ریز رہتے۔

رب ذوالجلال ہم اور آپ بلکہ تمام امت مسلمہ کو حقیقی طور پر اپنی اور حضورؐ کی اطاعت کے جذبہ سے سرشار ہونے کی توفیق رفیق فرماویں۔ آمین

ڈاکٹر عبدالخالق
ریڈرسنی دینیات علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

عالمی دہشت گردی
بائبل اور قرآن کریم کا موقف

(کیا واقعی قرآن کریم دہشت گردی کی حمایت واشاعت کرتا ہے؟ کیا بائبل صرف کتاب امن ہی ہے؟ کیا بائبل دہشت گردی کی حمایت واشاعت نہیں کرتی ہے؟)

راسخ العقیدہ ہی نہیں بلکہ ہر مسلمان خاص و عام شہری ہو یا جاہل ہو یا عالم کالا ہو یا گورا مشرق کا ہو یا مغرب کا سب کا یہ یقین کامل ہے کہ قرآن کریم کلام الٰہی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا ہے ساری مخلوق کیلئے سراسر خیر اور ہدایت (ھدی للناس) ہے اس کا نازل کرنے والا الرحمٰن والرحیم ہے اور جس ذات گرامی محمد ﷺ پر یہ کلام الٰہی نازل کیا گیا وہ رحمۃ للعالمین ہے سید الانبیاء والمرسلین ہے عربی جاہلیہ دور کے مطابق بھی وہ ذات گرامی الصادق الامین ہے اور وہ فرشتہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کلام مقدس کو خاتم الانبیاء والمرسلین کے پاس لایا ہے وہ سید الملائکہ روح الامین اور روح القدس ہے بھلا ایسی کتاب جس کے نازل کرنے والے ارحم الراحمین ہوں اور جس پر نازل کی گئی وہ رحمۃ للعالمین ہو اور وہ فرشتہ جس کے ذریعہ یہ کتاب مقدس نازل کی گئی وہ روح الامین (امانت کی روح) ہو بھلا ایسی کتاب دنیاء میں دہشت گردی کیسے پھیلا سکتی ہے۔ جو کتاب بذات خود ہی ھدی للناس اور ھدی للمتقین ہو وہ امن وچین خیر وخوشی اور فلاح فی الدارین کے علاوہ کوئی ذرا سی بھی بری چیز نہیں پھیلا سکتی جس سے انسانیت کو نقصان پہنچے اس کتاب کے اندر جو خیر وخوبی اور امن وآشتی کا پیغام روز اول سے رکھا گیا تھا وہ آج بھی بعینہٖ اسی حالت میں موجود ہے کیونکہ اس کتاب کی حفاظت کی ذمہ داری بذات خود اللہ تعالیٰ۔ الواحد القہار اور القادر المطلق نے لی ہے جیسا کہ سورۃ الحجر میں آیت نمبر ۹ میں اللہ تعالیٰ نے اس حفاظت قرآن کا ذکر کیا ہے "انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون" لیکن فساد برپا کرنے والوں نے قتل وغارت کے علم برداروں نے اصلاح کے نام پر فساد ظلم کرنے والوں نے خیر کو شر، شر کو خیر کہنے والوں نے اپنے ظلم وزور اور نیوکلیائی قوت اور صحافت کی (میڈیا) کی بے پناہ اشتہاری طاقت کی بنیاد پر کمیونسٹ روس کے زوال کے بعد ۱۹۹۰ء کی دہائی کے اوائل سے اور خاص طور پر امریکہ پر ۱۱/۹ کے حملے کے بعد مسلمانوں کو دہشت گرد اور قرآن کریم جیسی سراپا ہدایت والی کتاب کو دہشت گردی

کو پھیلانے والی کتاب اور اسلام کو دہشت گردی کا دین کہنا شروع کر دیا، کیا واقعی دین اسلام دہشت گردی کا دین ہے؟ کیا واقعی قرآن کریم دہشت گردی سکھاتا ہے؟ ان سوالات کا جواب تو انشاء اللہ مدلل طور پر اسی مضمون میں ذرا تھوڑی دیر میں دیا جائے گا۔ پہلے اب بائبل کی امن پرستی کا حال بھی سن لیجئے تاکہ دہشت گردی کے سلسلہ میں قارئین کرام کو آسانی سے قرآن کریم اور بائبل کی آراء معلوم ہو اور دونوں کس حد تک دہشت گردی کو بڑھاوا دیتی ہیں یا امن قائم کرتی ہیں، اس کا فیصلہ قارئین کرام خود بھی آسانی سے کر سکیں۔ لیجئے اولاً بائبل کا موقف امن وامان اور دہشت گردی کے سلسلے میں پڑھ لیجئے، لیکن امن وامان یا دہشت گردی کی بائبل کی وضاحت سے قبل تھوڑی سی جانکاری بائبل کی بھی بذات خود جان لیجئے تاکہ حقیقت مکمل طور پر واضح ہو جائے۔ بائبل کے لفظی معنی کتاب کے ہیں۔ یہ کتاب یہود ونصاریٰ دونوں قوموں کے نزدیک مقدس کتاب ہے اس کے دو بڑے حصہ ہیں اول حصہ بڑا ہے جسے عہد نامہ قدیم کہا جاتا ہے اور دوسرا حصہ عہد نامہ جدید کہلاتا ہے۔ جو پہلے کے مقابلہ میں قدرے چھوٹا ہے۔ پروٹیسٹنٹ بائبل کے مطابق (The Holy Bible-King James version-17 century) عہد نامہ قدیم میں انتالیس کتابیں یا صحیفے ہیں اس حصہ کا تعلق شرعاً اور تاریخاً یہودیوں سے ہے جس میں ابتدائے کائنات سے لے کر آدم اور حوا علیہما السلام کی پیدائش، ابراہیم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور بزرگوں کے واقعات مندرج ہیں اس کتاب کے آخری نبی ملاکی علیہ السلام ہیں جن کے متعلق ایک چھوٹا صحیفہ اس کتاب میں موجود ہے۔ دوسرا حصہ یعنی عہد نامہ جدید نصاریٰ سے متعلق ہے اس میں چھوٹی بڑی ستائیس کتابیں ہیں سب سے پہلی کتاب انجیل متّی (سوانح عیسیٰ علیہ السلام) اور سب سے آخری کتاب مکاشفات (Revelation by st.Johne) ہے یہود صرف عہد نامہ قدیم کو مانتے ہیں ان کا عہد نامہ جدید سے کوئی تعلق نہیں جبکہ عیسائی خاص طور پر عہد نامہ جدید کو مانتے ہیں اسی پر شریعت عیسوی کا انحصار ہے، لیکن تلاوت کی حد تک عہد نامہ قدیم کو بھی مانتے ہیں اور عہد نامہ قدیم اور عہد نامہ جدید دونوں کے درمیان تقریباً ۱۴-۱۵ کتابوں کے مجموعے اپوکرائفا (مشکوک مگر قابل قرأت کتب ماورائے شرعی فہرست) کو بھی کافی اہمیت دی جاتی ہے جیسا کہ ملکہ وکٹوریہ کے تاج پوشی کے وقت رونما ہونے والے واقعہ سے ثابت ہے۔ واقعہ یوں ہوا تھا کہ تاج پوشی کے وقت بائبل کا جو نسخہ حلف کے لئے لایا گیا تھا اس میں اپوکرائفا نہ ہونے کی وجہ سے اس کی جگہ دوسرا نسخہ لایا گیا تھا جس میں اپوکرائفا موجود تھا (Bible in the making by Mac. Gregore-1961 p...) بعض نصاریٰ عہد نامہ قدیم کو بھی شرعاً تسلیم کرتے ہیں لیکن بعض نہیں کرتے جیسا کہ امریکن پروفیسر عمر فاروق عبداللہ شکاگو کا قول ہے جسے انھوں نے مجھے بذات خود ایک ملاقات میں بتلایا۔ عہد نامہ قدیم عہد نامہ جدید اور اپوکرائفا تینوں حصوں کا مشترکہ نام بائبل ہے مندرجہ بالا تمہید کے بعد قرآن کریم پر دہشت گردی کی حمایت کا الزام لگانے والے (یہود ونصاریٰ) بائبل۔ عہد نامہ قدیم اور جدید دونوں کا بھی ضرور مطالعہ کر لیں تاکہ بائبل کا موقف بھی اس سلسلے میں سامنے

آجائے مثلاً عہد نامہ قدیم کی ایک کتاب زبور (Psalms) کے باب ۱۳۷ آیات ۷-۸ کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں:

O Babylone Babylone the Destroyer--------- Happy the man who repays you
For all that you did to us-------- Happy is he who shall seize your children
And dash them against the rock

(The new English Bible- Oxford university Press; Cambridge university Press-1970)

''اے بابل اے بابل ہلاک کرنے والے بابل (نتیجتاً ہلاک ہونے والے) بابل وہ مبارک ہوگا جو تجھ کو اس سلوک کا بدلا دے جو تو نے ہم سے کیا ہے وہ شخص یا ملک مبارک ہوگا جو تیرے بچوں کو پکڑ کر چٹان پر پٹک دیگا''۔

قارئین کرام آپ خود فیصلہ کریں کیا اس زبوری نغمہ کو پڑھ کر کسی یہودی یا عیسائی کے دل میں بابل یعنی موجودہ عراق کو تباہ کرنے کا ولولہ پیدا نہ ہوگا؟ کیا موجودہ زمانہ میں ۱۹۹۱ء اور ۲۰۰۳ء میں مغربی دنیا کے عراق پر حملے بائبل کی ان آیات کی تحریض و ترغیب کی وجہ سے نہیں ہے لیکن ایک مسلمان کیلئے کسی بھی حال میں عدل و انصاف کا دامن چھوڑنے کی نہ تو قرآن کریم اجازت دیتا ہے اور نہ ہی حدیث شریف۔ لیکن ہم یہ کہتے ہیں ان آیات کا پس منظر جانے بغیر تو ان آیات بائبل پر دہشت گردی کو پھیلانے کا الزام لگایا جاسکتا ہے لیکن ان آیات کا پس منظر جاننے کے بعد شاید قارئین کرام کو اپنی رائے بدلنی پڑے گی ان آیات کا تعلق بنی اسرائیل کے بابل میں ستر سال تک اسیران ہزاروں بنی اسرائیلی قیدیوں سے ہے جنھوں نے بابل کے ظالم و جابر بادشاہ بخت نصر کے ہاتھوں اپنی قوم کی قتل و غارت گری اور تذلیل دیکھی تھی جس نے ارض مقدس اور خاص طور پر ہیکل سلیمانی کو ان کی آنکھوں کے سامنے ہی نذر آتش کر کے نیست و نابود کر دیا تھا یہ ان کے رنج و غم اور کڑھن کی داستان ہے جس کا اظہار ان الفاظ میں کیا گیا ہے اور (سلاطین ثانی باب ۲۴-۲۵) قرآن کریم کے ساتھ بھی اگر اسی طرح سے عدل و انصاف سے کام لیا جائے تو کوئی بھی عاقل بالغ شخص قرآن کریم پر دہشت گردی کا الزام نہیں لگا سکتا جن آیات قرآنی میں کفار و مشرکین کو قتل کرنے یا ان کے ساتھ سختی برتنے کا حکم دیا گیا ہے ان کا پس منظر یا شان نزول جانے بغیر ان کے سلسلے میں لب کشائی کرنا اور سیاق و سباق سے الگ کر کے صرف ظاہری معنی و مطالب کی بنیاد پر قرآن کریم پر دہشت گردی کو ہوا دینے کا الزام لگانا گویا اللہ تعالیٰ کو ظالم و جابر اور غیر منصف ٹھہرانے کے مترادف ہے جبکہ اللہ تعالیٰ ساری دنیا پر ماں کے مقابلے ستر گنا زیادہ رحم کرنے والے ہیں اور گناہ کو بہت زیادہ معاف کرنے والے ہیں: "ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً" قرآن کریم کا دعویٰ ہے "وما کان اللہ لیظلمھم ولکن کانوا انفسھم یظلمون" ہر شخص مسلم و غیر مسلم اہل مشرق و مغرب کو جان لینا چاہئے کہ قتل و قتال کی اجازت اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں صرف اس وقت دی تھی جب مسلمانوں کی تقریباً صد فیصد آبادی بشمول حضرت محمد مصطفی ﷺ تیرہ سال تک ایسے پستی رہی جس طرح آٹا چکی میں پستا ہے آگ کی بھٹی میں لکڑیاں جلتی ہیں کسی اسلامی تاریخ کی کتاب سے مسلمانوں پر مکۃ المکرمہ میں تیرہ سالہ مصائب و مظالم کی دل فرسا داستان کی تصدیق کی جاتی ہے کہ صرف اللہ

کوایک اور اللہ ہی کو حق ماننے کی وجہ سے کتنوں کو شہید کر دیا گیا کتنوں کو ذلیل کیا گیا کتنی عورتوں کا سہاگ لوٹا گیا اور کتنوں کو ان کے اہل خانہ کے سامنے ان مصائب سے گزارا گیا جن کا بیان کرنا بھی آج کے جدید زمانے میں نا قابل یقین معلوم ہوتا ہے۔ حضرت بلالؓ، حضرت عمار بن یاسرؓ، حضرت سمیہؓ، حضرت عمیرؓ وغیرہ سیکڑوں اصحاب رسول اللہ ﷺ اور خود سرور کائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے مصائب اور رنج و غم جو آپ کو اس زمانہ کے کفار و مشرکین سے سہنے پڑے انکو سن کر کوئی بھی شخص ان ظالموں کو سزا دینا یا ان جیسوں کو آج بھی کیف کردار تک پہنچانے کے عمل کو دہشت گردی یا ظلم وستم کا نام نہیں دے سکتا زیادہ سے زیادہ ردعمل کا نام دے سکتا ہے اور چونکہ مثال سے بات زیادہ واضح ہو جاتی ہے اسلئے بطور نمونہ کے مندرجہ ذیل واقعات پیش کئے جارہے ہیں جن سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ مسلمانوں پر کفار و مشرکین کے ہاتھوں کن کن مصائب و مظالم کے پہاڑوں کو توڑا گیا ان کے مظالم کے مقابلے میں جو کچھ ردعمل مسلمانوں کی طرف سے قوت حاصل ہونے پر ان کفار و مشرکین کے ساتھ کیا گیا وہ اُن پر کئے گئے ظلم وستم کے مقابلے میں بہت کم تھا مثلاً حضرت خبابؓ ابن الارت کو کفار و مشرکین نے آگ کے انگاروں پر لٹادیا یہاں تک کہ آپ کے جسم کے خون و چربی سے وہ انگارے ٹھنڈے ہوئے۔ حضرت عمار کے والدین کو اتنی بے دردی سے مارا گیا کہ وہ سخت گرم ریتیلی زمین پر گھسٹتے ہوئے تڑپ تڑپ کر جان دینے پر مجبور ہوئے آپ کی والدہ حضرت سمیہ کی شرمگاہ میں ابوجہل ملعون نے برچھا مار کر ان کو شہید کر دیا، ابوذر غفاریؓ کو محض اذان کہنے پر بیہوشی کی حد تک مارا گیا اور اگر چھوڑا بھی گیا تو وہ ان کی حالت پر رحم کھا کر نہیں بلکہ اپنی دنیا کے مفاد کی حفاظت کی خاطر کیونکہ قریش کے تجارتی قافلوں کا راستہ حضرت ابوذر غفاریؓ کے علاقے سے گزرتا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو مکۃ المکرمہ کے اشرف الاشراف ہونے کے باوجود مسجد حرام میں موت کی حد تک مارا گیا یہاں تک کہ آپ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو سارے عرب میں صادق وامین کہے جانے کے باوجود اہل باطل نے آپ کو ذلیل و خوار بھی کیا آپ کے داماد ابوجہل کے بیٹے نے آپ کو صرف ذلیل ہی نہیں کیا بلکہ آپ پر تھوکا بھی بعد میں ایک شیر نے اس کو دوران سفر کھالیا تھا اور آپ ﷺ پر سجدے کی حالت میں اونٹ کا اوجھ بھی ڈالا گیا جو اتنا وزنی تھا کہ اگر اس کو آپ کی بیٹی فاطمہ آپ کے سر سے نہ اٹھاتی تو شاید آپ کی موت واقع ہو جاتی اسی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ قریش نے آپ ﷺ کو قتل کرنے کے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کیلئے پوری کوشش کر ڈالی، آپ کی حفاظت اگر آپ کے گھر میں یا آپ کے گھر کے باہر اگر ہوئی تو وہ صرف خدائی نصرت کی وجہ سے ہوئی اس میں کسی کافر و مشرک کی کوئی ہمدردی شامل حال نہ تھی کفار و مشرکین نے تو آپ ﷺ کے گھر سے چلے جانے کے بعد بھی سفر ہجرت میں بھی آپ ﷺ کو چین نہیں لینے دی یہاں تک کہ اس غار کو بھی سو اونٹوں کا انعام پانے کے لالچ میں گھیر لیا جہاں آپ ﷺ اپنے یار غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ تین دن تک چھپے رہے اور وہاں سے نکلنے پر بھی ان کا دنیا پر سب سے زیادہ حریص سراقہ بن مالک تو آخیر تک آپ کا پیچھا کرتا رہا یہاں تک کہ اس کو یقین آ گیا کہ اس شخص یعنی خاتم النبیین سید الکونین کے ساتھ اللہ کی صاف نصرت ہونے کی وجہ

سے آپ ﷺ کو کسی بھی حال میں نہیں پکڑ سکتا اور رحمۃ للعالمین کی وسعت رحمت کی ایک جھلک دیکھئے کہ اس حال میں بھی جبکہ سراقہ آپ ﷺ کو پکڑ کر شہید کرنے یا کرانے پر تلا ہوا تھا اس حال میں بھی آپ ﷺ اس کو معاف ہی نہیں کیا بلکہ اس کو ملک فارس کسریٰ کے کنگن پہنائے جانے کی بشارت بھی دیدی بھلا ایسے شخص یا اس کے شاگردوں سے یا متبعین سے کیسے دہشت گردی کا صدور ہوسکتا ہے جس کی فطرت میں ہی بھلائی داخل ہو جو سراپا بھلائی ہی بھلائی ہو، قریش کو چھوڑ یئے وہ قوت کے مالک ہونے کے باوجود کورے جاہل تھے جیسا کہ انھوں نے خود ابوسفیان کی زبانی یہود کے علماء کے سامنے اعتراف بھی کیا تھا جبکہ انھوں نے پوچھا تھا کہ ہمارے معبودلات وعزیٰ وغیرہ عبادت کے زیادہ مستحق ہیں یا خدائے محمد یعنی اللہ تعالیٰ تو علمائے یہود کعب بن اشرف وغیرہ کی کتمان علم کی انتہاء دیکھئے کہ تورات میں آپ ﷺ کی حقانیت موجود ہونے کے باوجود اور خود یہود کے موحد ہونے کے دعویٰ کے باوجود انھوں نے ایک اللہ وحدہ لاشریک لہ اور خالق الکونین اور مالک الکونین کے مقابلے بے وقعت معبودان باطل لات وعزیٰ وغیرہ کو عبادت کا زیادہ مستحق ٹھہرایا جس کی وجہ سے مسلمانوں اور اہل باطل میں عرب ہی میں نہیں بلکہ عرب کے باہر مسلمانوں اور غیر مسلموں میں ہزاروں سال جنگ چلتی رہی بھلا آپ خود ہی سوچئے اس جنگ وجدل کے ذمہ دار کیا یہودیوں کے آباواجداد نہیں ہیں (سورۃ النساء آیت ۵۱) اور کیا اس زمانہ میں یہود ونصاریٰ کی اسلام دشمنی میں کوئی کمی آئی ہے؟ کیا الفرقان الحمید جیسی باطل کتاب لکھ کر قرآن حقیقی کو دنیا کی نظروں میں باطل ظاہر کرنے کی ناپاک وناکام کوشش نہیں کی گئی ہے (۲۰۰۴ء-۲۰۰۵ء) اس طرح کے ایک دو نہیں سیکڑوں واقعات کے بعد مجبوراً قرآن کریم کو مظلوم مسلمانوں کو اپنی دفاع کی اجازت دینی پڑی جس طرح کہیں بڑے شہر میں آگ لگ جانے پر آگ کو بجھانے والے عملے کے سامنے اگر کوئی شخص آگ کو بجھانے میں حائل ہو جائے تو خبردار کئے جانے کے باوجود بھی اگر وہ ان کے سامنے سے نہ ہٹے تو فائر بریگیڈ والے لاکھوں لوگوں کی جانیں بچانے کی خاطر ایک بے وقوف شخص کی جان کی پرواہ نہیں کرتے، پس یہ ہے وہ حکمت جس کی وجہ سے کروڑوں لوگوں کی جان ومال کی حفاظت اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ان کا جنت میں دخول اور جہنم سے حفاظت کے خاطر ان دشمنان انسانیت کو راستے سے ہٹانے کی اجازت اسلام نے دی ہے جن کے راستے سے نہ ہٹنے کی حالت میں کروڑوں انسانوں کی دنیا ہی برباد ہو جاتی اور آخرت بھی برباد ہو جاتی یا کم از کم خطرے میں پڑ جاتی آیت قرآنی ملاحظہ کیجئے "اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا وان اللہ علی نصرھم لقدیر الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ..." (سورۃ حج ایت نمبر ۳۹ تا ۴۱) اور اگر کسی بھی زمانہ میں کسی بھی وقت ایک مظلوم جماعت یا طبقہ کو دوسری ظالم جماعت یا طبقہ سے اپنے دفاع کی اجازت نہ ہوتی تو زمین پر نیکی کا نام ونشان باقی نہ رہتا۔ مسلمانوں کا بھی وجود چودہ سو سال ہی قبل ختم ہو گیا ہوتا کیا دنیا نہیں جانتی کہ بدھ مذہب ہندوستان میں ہی پیدا ہوا اور ہندوستان میں ظاہر ہوا یہیں پر پلا اور بڑھا لیکن اہنساء پرمودھرم (قتل وقتال ہر حال میں ممنوع ہے اور عدم قتل وقتال ہر حال میں سب سے بڑا

ہب ہے) کی وجہ سے ہندوستان سے باہر نکال دیا گیا ہندوستان کے باہر برما کمبوڈیا، ویت نام، لاؤس، چین، جاپان، کوریا حتی کہ روس اور وسطی ایشیاء تک بدھ مذہب پھیل گیا لیکن ہندوستان میں اپنے ہی گھر میں ہزاروں سال کے لئے نیست نابود ہوگیا جب تک جاپان کے پاس اپنی قوت تھی اس کے دشمن دوسری جنگ عظیم کے اتحادی ممالک اس کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھ سکے لیکن امریکہ نے ایٹم بم حاصل کرلیا تو قوت کا توازن بگڑنے کی وجہ سے جاپان ناگاساکی اور ہیروشیما پر امریکہ کے ذریعہ ایٹم بم ڈالے جانے کے بعد ایسا برباد ہوا کہ آج تک عملاً امریکہ کا غلام ہے اور یہی بات موجودہ عراق اور امریکہ کے تناظر میں ٹھیک بیٹھتی ہے اپنے دفاع کے اختیار کی وجہ سے مالی اعتبار سے کمزور ہونے کے باوجود شمالی کوریا پر حملہ کرنے کی امریکہ کی ہمت نہیں پڑ رہی ہے قرآن کریم اپنی حفاظت کے حق کی اہمیت اس طرح سے ظاہر کرتا ہے کہ حق دفاع کی عدم موجودگی میں زمین پر اور تو کیا نہ تو عیسائی راہبوں کے صومعہ (کوٹھرے) بچتے نہ یہود کے عبادت خانے (Synagogue) اور نہ ہی نصاریٰ کے گرجا گھر اور نہ ہی مسلمانوں کی مسجدیں بچ پاتیں اور یہ حفاظت و دفاع کی اجازت جنگی ماحول میں ہے نہ کہ عام حالت میں کہ جس کو چاہا پکڑا اور قتل کر ڈالا یہ تو قتل ناحق ہے اس کی تو اجازت قرآن کریم کسی بھی حالت میں نہیں دیتا بلکہ اس معاملہ میں اتنی شدت برتتا ہے کہ صرف ایک انسان یا نفس کا ناحق قتل تمام انسانوں کے قتل کے مساوی ٹھہراتا ہے اور ایسے قاتل کو قتل کئے جانے سے کم کی سزا نہیں سناتا اور یہ بھی قابل ذکر امر ہے کہ اپنی دفاع و حفاظت میں اسی حد تک قوت کا استعمال جائز ہے جس حد تک مسلمانوں کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا گیا ہو اور اگر کوئی مسلمان فرد یا گروہ اپنے دشمن کو معاف کرنے پر قادر ہو تو یہ معاف کرنا افضل واولیٰ ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے "و ان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم به و لان صبرتم لهو خير للصابرين" (سورۃ النحل آیت نمبر ۱۲۶) قرآن کریم ساری دنیا کے ساتھ نیکی کرنے کو پسند کرتا ہے بدی و برائی کو پسند نہیں کرتا جیسا کہ "سورۃ الممتحنہ آیت نمبر ۸" میں فرمان الٰہی ہے "لاينهاكم الله عن الذين لم يقاتلوكم في الدين ولم يخرجوا كم من ديار كم ان تبروهم و تقسطوا اليهم ان الله يحب المقسطين" اللہ تعالیٰ تم کو منع نہیں کرتا ان لوگوں سے جو تم سے نہیں لڑتے تمہارے دین کی وجہ سے اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالتے کہ تم ان سے بھلائی کرو اور انصاف وعدل کا سلوک کرو بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے یعنی جو لوگ امن پسند ہوں اور مسلمانوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتے ہیں ان سے قرآن کریم لڑنے کی اجازت نہیں دیتا بلکہ دوستی کی اجازت دیتا ہے اہل علم سے یہ تاریخی واقعہ بھی شاید مخفی نہیں ہوگا جب سفر ہجرت میں آپ ﷺ کا رہبر ایک غیر مسلم عبداللہ بن اریقط تھا بھلا آپ خود سوچئے اگر عوام الناس کو قرآن کریم یا اسکا رسول قتل کرنے کی یا نقصان پہنچانے کی ترغیب دیتا تو وہ غیر مسلم آپ ﷺ سے آپکے ساتھیوں، ابوبکرؓ اور ان کا غلام۔ سے خوف نہ کھاتا اور کیا وہ خوف زدہ غیر مسلم آپکی رہبری کرسکتا تھا اور کیا آپ ﷺ ایک دشمن کو رہبر بنا سکتے تھے حق یہ ہے کہ اسلام تو ساری دنیا کے ساتھ امن و آشتی

برتنے کا حکم دیتا ہے حتیٰ کہ اس امن وآشتی برتنے میں کفر وشرک کو بھی برداشت کرتا ہے یعنی ایک کافر ومشرک کیساتھ بھی نیکی کرنے کا حکم دیتا ہے جب تک وہ مسلمان کیساتھ کوئی نقصان دہ حرکت نہ کرے یعنی جب مسلمانوں کا وجود ہی کسی کافر ومشرک کی وجہ سے خطرے میں پڑ جائے تو اس حالت میں بدرجۂ مجبوری حفاظت کی اجازت دیتا ہے اور ایسے دشمنوں سے دوستی کی اجازت نہیں دیتا ہاں ان کے حقوق کو غصب کرنے کی اس حال میں بھی اجازت نہیں دیتا۔ آیات قرآنی ملاحظہ فرمایئے: "وما کان لنفس ان تؤمن الا باذن الله.... افانت تکره الناس حتی یکونوا مؤمنین" (سورۃ یونس آیت نمبر ۱۰۰) اور کسی نفس کے بس کی بات نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر مسلمان ہو جائے پس کیا اے ہمارے رسول اور اے مسلمانو! تم لوگوں سے نفرت کرتے رہو گے یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں یعنی ایمان نہ لانے کی صورت میں بھی ان سے نفرت نہ کرو۔ اور اسی سورۃ میں ایک دوسری آیت ۹ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے "انما ینھاکم الله عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاھروا علی اخراجکم ان تولوھم ومن یتولھم فاولئک ھم الظالمون" یعنی اللہ تعالیٰ تم کو منع کرتا ہے دوستی کرنے سے صرف ان لوگوں سے جنھوں نے مسلمانوں کو قتل کیا صرف دین اسلام کی اتباع کی وجہ سے اور تم کو یعنی مسلمانوں کو تمہارے گھروں سے نکال دیا اور ان لوگوں کی مدد کی جنھوں نے تم کو تمہارے گھروں سے نکالا اور جو لوگ یعنی مسلمان اور جو لوگ دشمنان اسلام سے ان کی اسلامی دشمنی اور مسلم دشمنی کے باوجود ان سے دوستی رکھتے ہیں پس وہ خدا کے نزدیک ظالم ہیں اس لئے قرآن کریم صرف ان لوگوں سے قتل وقتال کی اجازت دیتا ہے جو یا تو مسلمانوں کے دین وایمان کو مٹانے پر تلے ہوں یا مسلمانوں کو جانی مالی نقصان پہنچاتے ہوں لیکن کسی بھی حال میں امن پسند شہریوں چاہے وہ کسی بھی مذہب وملت سے تعلق رکھنے والے ہوں قتل وقتال کی اجازت نہیں دیتا کیونکہ اسلام کا مقصد دنیا میں امن وآشتی کا پیغام دینا ہے کیونکہ اسلام کا پیغامبر ہی رحمۃ للعالمین اور شفیع المذنبین ہے

اب آپ بائبل کی طرف رخ کیجئے دشمنان دین اور عوام الناس کے ساتھ اہل بائبل کا طرز عمل بھی دیکھئے حضرت یعقوب علیہ السلام (Jacob) جب عراق سے واپسی پر کنعان کے شہر شکم (Shechem) کے پاس خیمہ زن ہوئے تو ایک روز آپ کی لڑکی دینہ (Dinah) وہاں کی عورتوں کو دیکھنے کیلئے شہر میں گئی تو وہاں کے بادشاہ کے لڑکے نے دینہ کے ساتھ زنا کرلیا اور اس کا باپ بعد میں یعقوب علیہ السلام اور آپ کے بیٹوں سے معذرت کرنے اور اس لڑکی کو اپنے بیٹے کے ساتھ بیاہ دینے کی درخواست کرنے آپ کے پاس گیا اور اس کے صلے میں اپنے ملک میں ہر قسم کی آزادی بنی اسرائیل کو دینے کا وعدہ کیا بنی اسرائیل نے اس شرط پر شادی کرنا منظور کرلیا کہ اس کے شہر یا ملک شکم کے سارے بالغ مرد مختون ہو جائیں جب بادشاہ ہمر (Homer) اور اس لڑکے سمیت سارے بالغ مرد مختون ہو کر درد سے کراہ رہے تھے اس وقت اس کراہنے کی حالت ہی میں یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے اس شہر کے سارے مردوں کو

ہمر اور اس کے لڑکے سمیت قتل کر دیا یعقوب علیہ السلام ان کے اس فعل سے بڑے ہی دکھی ہوئے بس آپ ہی فیصلہ کیجئے کہ ایک زینہ کی سزا کیا پورے شہر کے لوگوں کو قتل کر دینا، دنیا کے کسی بھی مہذب معاشرے میں جائز ہے کیا یہ ظلم وستم نہیں ہے کیا کوئی ایک واقعہ بھی قرآن کریم میں اس قسم کا کسی کی نظر سے گزرا ہے، نہیں ہرگز نہیں کیونکہ قرآن کریم تو صرف اور صرف ظلم کی حد تک بدلہ لینے کی اجازت دیتا ہے ایک قتل یا ایک گناہ کے بدلے میں ہزاروں گناہ کرنے کی اجازت نہیں دیتا، بھلا آس پاس کی قوموں نے اس واقعہ کو سنا ہوگا تو ان کے دلوں میں بنی اسرائیل سے کتنی دہشت بیٹھتی ہوگی یہ کتنے ظالم لوگ ہیں کہ جنھوں نے ایک شخص کی ذاتی غلطی کی سزاء میں پورے شہر کو قتل کر دیا ہے (کتاب تخلیق باب ۳۴ آیت ۱ تا ۳۱) اس طرح بنی اسرائیل نے ہمر کی قوم کو امان دے کر بھی دھوکہ سے ان کی مجبوری کا فائدہ اٹھا کر ان کے تمام مردوں کو قتل بھی کر دیا اور عورتوں و بچوں کو غلام بنالیا کیا مسیحی امریکہ نے اس واقعہ کو افغانستان میں ۲۰۰۱ء میں نہیں دہرایا کہ صرف شک کی بنیاد پر کہ ایک شخص بن لادن اور اس کے آدمیوں نے امریکہ کے منارائے تجارت پر حملہ کیا تو اس کی پاداش میں ایک غیر مجرم شخص کو ہی نہیں بلکہ پورے ملک افغانستان کو ہی تباہ کر دیا گیا اور آج تک بھی اس کو تباہ کیا جارہا ہے لاکھوں لوگ بے گھر وبار ہی نہیں ہو چکے بلکہ موت کے گھاٹ اتارے جاچکے ہیں کیا یہ دہشت گردی نہیں ہے کیا یہ مسیح علیہ السلام کے اور ان پر منزل من اللہ کتاب انجیل کے پرستاروں کیلئے ایک چھوٹے سے جرم کے لئے اتنی بڑی سزا دینا مناسب ہے؟ یہ تو بائبل میں امان دینے کا واقعہ اور محض شک کی بنیاد پر پورے ملک کو تباہ کر دینے کا اہل بائبل کا حال ہے۔ اب آپ ذرا قرآن کریم میں امان دینے کی مثال ملاحظہ کر لیجئے اللہ تعالیٰ سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۶ میں فرماتے ہیں "وان احد من المشركين استجارك فاجره حتى يسمع كلام الله ثم ابلغه مامنه" یعنی اگر کوئی مشرک بھی تجھ سے پناہ مانگے تو اس کو پناہ دیدے یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سن لیں اور پھر اس کو امن کی جگہ میں پہنچادے بھلا کون معقول شخص ایسی کتاب کو دہشت گردی کی حامی کہہ سکتا ہے جس کی امان دینے کے سلسلہ میں یہ تعلیم ہو کوئی مفسد اور فاسق شخص ہی ایسی امن وامان سے پُر کتاب پر دہشت گردی کا الزام لگا سکتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ قرآن کریم تو ہمیشہ صلح کو جنگ وجدل پر ترجیح دیتا ہے کسی بھی حال میں بلا کسی قوی سبب کے جنگ پر اپنے متبعین کو نہیں اکساتا ہے (صلح حدیبیہ میں مسلمانوں کا طرز عمل) مثال کے طور پر سورۃ انفال میں آیت نمبر ۶۱-۶۲ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وان جنحوا للسلم فاجنح لها وتوكل على الله انه هو السميع العليم وان يريدوا ان يخدعوك فان حسبك الله هو الذي ايدك بنصره وبالمؤمنين" اور اگر وہ جھکیں صلح کی طرف تو، تو بھی جھک اسی طرف اور بھروسہ کر اللہ پر بے شک وہ ہی سننے والا اور جاننے والا ہے اور اگر وہ چاہیں کہ تجھ کو دغا دیں تو تجھ کو کافی ہے اللہ اسی نے تجھ کو دیا زور اپنی مدد کا اور مسلمانوں کا۔ قرآن کریم کا مقصد خونریزی کرنا اور دہشت گردی پھیلانا نہیں بلکہ اس کا مقصد قوت کے استعمال سے اعلائے کلمۃ اللہ

اور قانون فطرت کا نفاذ ہے وہ ہر حال میں دنیا کو امن کا گہوارہ دیکھنا چاہتا ہے چاہے اس کیلئے بقدر ضرورت قوت ہی کا استعمال کیوں نہ کرنا پڑے۔ دنیا کو ایک بڑی تباہی سے بچانے کیلئے تھوڑی سی قربانی کو درست قرار دیتا ہے جس طرح سے ایک ماہر وحاذق طبیب دواء سے مریض کے ٹھیک نہ ہونے کی صورت میں عمل جراحی (Operation) کے ذریعہ مریض کو تھوڑی سی پریشانی میں ڈال کر پوری زندگی کیلئے امن وامان کی راہ اس کیلئے ہموار کر دیتا ہے پس یہ ہے اسلام میں قوت کے استعمال یا جہاد کا منشاء جس طرح سے ڈاکٹر یا طبیب عمل جراحی کو کوئی بھی معقول انسان مریض پر ظلم وستم کرنا قرار نہیں دیتا اسی طرح سے قرآنی، خدائی اور نبوی طریق پر جہاد کو دہشت گردی یا انسانیت کے خلاف ظلم وستم قرار نہیں دیا جاسکتا قرآن کریم مظلوموں اور عورتوں اور بچوں کا خاص خیال رکھتا ہے جیسا کہ سورۃ نساء کی آیت نمبر ۷۵ میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے "ومالکم لاتقاتلون فی سبیل اللہ والمستضعفین من الرجال والنساء والولدان الذین یقولون ربنا اخرجنا من ھذہ القریۃ الظالم اھلھا واجعل لنا من لدنک ولیاً واجعل لنا من لدنک نصیراً" ظاہر ہے ایسے معذوروں مظلوموں کی حفاظت کیلئے قوت کا استعمال اگر لازمی ہو تو اس کا استعمال کرنا پڑے گا ورنہ اپنے پاس قوت ہونے کی صورت میں بھی مظلومین کی مدد نہ کرنا اپنے فرض سے انحراف کرنے کے مترادف ہوگا جس کی پاداش میں ایسے شخص کیلئے عذاب الٰہی حرکت میں آسکتا ہے اور وہ مظلومین کی کسی اور ذریعہ سے مدد کرا سکتا ہے۔

فاروق اعظمؓ کے زمانہ خلافت میں مسلمانوں کے ترجمان نے رستم سے اپنی آمد کا جو مقصد بتایا تھا اسکا مفہوم بھی یہی تھا کہ بندوں کو بندوں کی بندگی سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی بندگی کی طرف رہبری کرنا اور دنیا کی تنگی سے نکال کر دنیا کی وسعت میں پہنچانا اور (آخرت تو ہے ہی مؤمنین اور متقین کیلئے) پس مندرجہ بالا اسلامی طرز عمل سے یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ اسلام ہر حال میں امن وامان چاہتا ہے اور دنیا کو خیر کی طرف بلاتا ہے اور اس کوشش میں اگر قوت کا استعمال کرنا پڑے تو اس سے بھی صرف نظر کرنے کی اپنے متبعین کو اجازت نہیں دیتا اب آپ ذرا پھر بائبل کی طرف لوٹ آیئے۔ بائبل کے دوسرے حصہ یعنی عہد نامہ جدید جس کا تعلق سراسر نصاریٰ سے ہے اس میں یعنی انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب اقوال کا بھی ملاحظہ فرمالیجئے کہ انجیل جسکی تعلیم کو حد درجے امن سے پُر ہونے کا دعویٰ کیا جاتا ہے اور جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے متبعین سے یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ اگر کوئی تمہارے ایک گال پر چپت مارے تو دوسرا بھی اس کو پیش کر دو اگر کوئی ایک میل دوڑائے تو، تو دو میل دوڑ جاؤ اور اگر کوئی تیری قمیص لینا چاہے تو اسکو اپنا کوٹ بھی دیدے۔ (انجیل متی باب ۵ آیت ۳۸-۴۲) یہی انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف یہ قول بھی منسوب کرتی ہے:

(I have come to sat fire to the earth and how i wish it werk al ready kindled. I have a baptism to undergo and what constraint. I am under until the ordeal is over! Do you suppose I came to establish peace on earth? No indeed I have come to bring divison, for from now on five members of a

family will be divided three against two and two against three; father against son and son against father' mother against daughter and daughter against mother' mother against son's wife and son's wife against her mother-in-law')

میں زمین پر آگ بھڑکانے آیا ہوں اور اگر آگ لگ چکی ہوتی تو میں کیا ہی خوش ہوتا لیکن مجھے ایک بپتسمالینا ہے اور جب تک وہ نہ ہولے میں بہت ہی تنگ رہوں گا کیا تم گمان کرتے ہو میں زمین پر صلح کرنے آیا ہوں؟ میں تم سے کہا نہیں بلکہ جدائی کرنے آیا ہوں کیونکہ اب سے ایک گھر کے پانچ آدمی بھی آپس میں مخالفت کریں گے دو تین سے اور تین دو سے باپ بیٹے سے اور بیٹا باپ سے اور ماں بیٹی سے اور بیٹی ماں سے اور ساس بہو سے بہو ساس سے۔(انجیل لوقا باب ۱۲ آیات ۴۹ تا ۵۳)

اور انجیل متّی باب ۱۰ آیت ۳۴-۳۶ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ فرماتے ہوئے نظر آتے ہیں

(You most not ghink that i have come to bring peace to earth; I have not come to bring peace but a sword. I have come to set a man against his fater a doughter against he mother a son's wife against her mother-in-law; and a man will find his enemies under his roof)

یہ نہ سمجھو کہ میں زمین پر صلح کرنے آیا ہوں بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں کیونکہ میں اس لئے آیا ہوں کہ آدمی کو اس کے باپ سے بیٹی کو اس کی ماں سے اور بہو کو اس کی ساس سے جدا کردوں۔

مندرجہ بالا آیات اناجیل اور انجیل متّی کے اس ناقابل عمل مشورہ یا ترغیب کہ اگر کوئی ایک گال پر چپت مارے تو دوسرا پیش کردو، کی روشنی میں تاریخ نصاریٰ پر بھی نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ نصاریٰ کا عمل اکثر و بیشتر متّی اور لوقا کی آیات آتش اور آیات تفریق بین الناس پر ہی عمل رہا ہے۔دائیں اور بائیں گال والی آیت پر شاید ہی کبھی عمل رہا ہو۔عالمی جنگ اوّل اور جنگ ثانی میں پوری دنیا نے نصاریٰ کا برتاؤ دیکھ لیا ہے کہ زمین کا کتنا بڑا حصہ آگ و خون سے بھر گیا کیا اس قتل وغارت کے ذمہ دار اہل بائبل نہ تھے۔کیا کبھی قرآن کریم کے ماننے والوں نے دنیا میں ایسی آگ لگائی ہے کیا قرآن کریم کے ماننے والوں نے اتنے بڑے پیمانے پر کبھی دنیا کو خون میں رنگا ہے جو کام یعنی امن وآشتی کی فضا بائبل کی تعلیمات پانچ سو پچاس سال میں قائم نہ کرسکی (یورپ کی خوں ریزی کی تاریخ) وہی کام قرآن کریم کی تعلیم نے پچیس سال سے کم کے عرصے میں انجام دیدی (زمانہ نبوی مدنی دور دس سال خلافت صدیقی اور خلافت فاروقی تقریباً ساڑھے بارہ سال) کیا اہل علم یہ نہیں جانتے کہ نصرانیت و بائبل کو خیر آباد کہہ کر اسلام و قرآن کی تعلیم کو قبول کرنے والے حاتم طائی کے بیٹے عدی بن حاتم نے اس عورت کو نہیں دیکھا تھا جو اللہ کے رسول ﷺ کی پیشین گوئی کے مطابق مقام حراء سے چل کر حجاز پاک پہنچ کر مکۃ المکرّمہ میں حاضر ہوئی تھی بیت اللہ کی زیارت کی تھی اور اس سیکڑوں کیلومیٹر کی مسافت کو اکیلے ہی طے کیا تھا اور سارے لوگوں کو ایسا پایا تھا جیسا کہ اس کے اپنے ہی خاندان کے لوگ۔یہ تھا قرآن کریم کی تعلیم کا اثر! کیا آج بھی کوئی ایسی مثال پیش کی جاسکتی ہے؟ حق یہ ہے کہ قرآن کریم دہشت گردی کا حامی نہیں بلکہ وہ سراسر ہدایت کا حامی ہے اس نے جس دین کو پھیلایا ہے اس کا نام اسلام ہے جو سراسر سلامتی کو ہی

عالمگیر پیمانے پر پھیلانے کی ہروقت فضا بنتا ہے اب ایک بار پھر قرآن کریم اور بائبل کی طرف رجوع فرمایئے پھر پیغمبر اسلام اور پیغمبر عیسائیت کے مقاصد پر بھی روشنی ڈال لیجئے جو ان دونوں مقدس ہستیوں پر نازل ہونے والی آسمانی کتابوں قرآن کریم میں (محمد رسول اللہ کیلئے) اور انجیل میں (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیلئے) وارد ہوا ہے۔قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کا مقصدان الفاظ میں بیان کیا ہے وما ارسلناک الا رحمۃ للعلمین یعنی ہم نے آپ کو نہیں بھیجا ہے مگر پوری دنیا کیلئے تمام عالموں کیلئے سراپا رحمت بنا کر اور دنیا نے آپ رسول ﷺ کے اس مقصد کے اظہار کو بارہا دیکھ بھی لیا ہے اگر آج بھی اسوۂ محمدی کے مطابق عمل کیا جائے تو دنیا سراپا امن وآشتی خیر وخوشی کا گہوارہ بن جائے۔ مدینہ کے اوس وخزرج کا کیا حال تھا کیا صرف چھوٹی چھوٹی باتوں پر وہ ایک دوسرے کا گلا نہیں کاٹ دیتے تھے کیا صرف غیر ارادی عمل سے گھوڑے کے آگے بڑھ جانے سے فریق ثانی اپنی تذلیل نہیں سمجھتا تھا اور کیا اپنی اس تذلیل کا بدلہ دشمن سے جنگ کی شکل میں نہیں لیتا تھا کیا عربوں کے چھوٹی چھوٹی باتوں پر سالہا سال (ستر ستر سالہ) جنگوں کے واقعات دنیا نے نہیں سنے ہیں کیا سیکڑوں لڑکیاں قرآن کریم کے نزول سے قبل زندہ نہیں دفنائی جا چکی تھیں کیا قرآن کریم نے ہزاروں لڑکیوں کو زندہ در گور ہونے سے نہیں بچا لیا اور کیا اس مذموم رسم کو قرآن کریم نے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ختم نہیں کر دیا (سورۃ کورت) کیا قرآن کریم نے ان لوگوں کو جو بات بات پر ایک دوسرے کی گردن مارنے پر تیار رہتے تھے ایک دوسرے کی حفاظت میں جان گنوانے والا نہیں بنا دیا (فضائل اعمال حکایت صحابہ) اور خود بھوکے رہ کر دوسروں کو پیٹ بھر کر کھانا کھلانے والا نہیں بنا دیا (ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ) (سورۃ حشر آیت ۹) اور جو دوسروں کا سب کچھ لوٹ کر بھی چین نہ لیتے تھے وہ ہر وقت دوسروں پر اپنا سب کچھ لٹا کر بدلہ لینا تو کیا دوسروں کی زبان سے شکریہ کے الفاظ سننے کی تمنا نہ کرنے لگے تھے (سورۃ الدہر آیت ۸-۹) پس ایسی کتاب کو دہشت گرد کہنا کسی انسان کا کام نہیں شیطان کا کام ہے اس قرآنی معجزاتی اثر کے بعد جو امن کے میدان میں قرآن کریم کی وجہ سے ظاہر ہوا ہے ایک نظر پھر سے مقصد عیسیٰ علیہ السلام اور تعلیم انجیل کے اثرات پر بھی ڈال لیجئے کیا آپ نے اسی مضمون میں یہ نہیں پڑھ لیا ہے (نعوذ باللہ) عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں یہ نہ سمجھو کہ میں دنیا میں امن قائم کرنے آیا ہوں میں دنیا میں تلوار چلانے آیا ہوں یہاں تک کہ تفریق کا یہ عالم ہوگا کہ بھائی بھائی سے باپ بیٹے سے اور ساس بہو سے اور بہو ساس سے الگ ہو جائے گی (متی باب ۱۰۔ آیت ۳۴-۳۶، لوقا باب ۱۲۔ آیت ۴۹-۵۳) شاید اسی طرح کی آیت اناجیل کے اثرات آج بھی یورپ اور امریکہ میں پائے جاتے ہیں ہم یہ نہیں کہتے کہ نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا آپ پر منزل من اللہ انجیل دنیا میں خلفشار پیدا کرنے کیلئے آئی تھی بلکہ ہر ایک نبی کی طرح آپ بھی خیر وامن ہی پیدا کرنے کیلئے آئے تھے یہ تو دشمنوں کی تحریفات کے نتائج ہیں جن کی وجہ سے انجیل محرف ہوگئی اور محرف انجیل کی وجہ سے تعلیمات انجیل بھی محرف ہوگئی جس کا نتیجہ دنیا میں خلفشار کی شکل میں نظر آیا کیونکہ محرف بائبل میں بستیوں کی بستیوں کو شہروں کے شہروں کو دنیا کے نام پر بنی اسرائیل کے ذریعہ اجاڑ دیئے جانے کا ذکر

ہے اس بربادی اور خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ دنیا میں آگ لگانے کی ترغیب کی قارئین انجیل پڑھتے ہوں گے تو ان میں ضرور دنیا میں اپنے مقدس نبی اور مقدس کتاب کے مطابق عمل کرنے کا ولولہ پیدا ہوتا ہوگا بائبل میں ایک جگہ مذکور ہے کہ جو ہمارے ساتھ نہیں وہ ہمارے خلاف ہے۔ یہی بات اس وقت امریکن صدر مملکت جارج ڈبلیو بش جگہ جگہ کہہ رہے ہیں جس کے نتیجہ میں دنیا میں یا تو صرف امریکہ کے حامی نظر آتے ہیں یا صرف اس کے مخالف کوئی بھی ملک ایمانداری اور دیانتداری کے ساتھ اپنی بات، اپنی عسکری اور مالی قوت کم ہونے کی وجہ سے نہیں کہہ پا رہا ہے جس کے نتیجہ میں ڈر یہ ہے کہ کہیں دنیا میں بہت بڑی بربادی رونما نہ ہو جائے یا پھر امریکہ پر ہی من جانب اللہ کوئی عذاب الیم نازل نہ ہو جائے کیونکہ جب ظلم وستم کو کوئی روکنے والا مجبوراً نہیں ہوتا تو پھر اللہ تعالیٰ اس برائی کو اور برائی کے منبع کو ختم فرما دیتے ہیں اب پھر آپ قرآن کریم اور صاحب قرآن کی طرف ایک بار لوٹ آیئے اور ملاحظہ فرمایئے کہ اپنے رسول کا کیسا اخلاق مرسل رسول نے بنایا ہے اور اس کے متبعین کو کس طرح کے اخلاق برتنے کی ترغیب دی ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ اپنے رسول کیلئے فرماتے ہیں "وانک لعلی خلق عظیم" آپ ﷺ نے اپنے اس اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ اس طرح سے کیا ہے کہ خالد بن ولید جس کی وجہ سے غزوۂ احد میں شاید مدینہ کا ایک بھی گھر ایسا نہیں بچا تھا کہ جس کا کوئی نہ کوئی فرد شہید نہ ہوا ہو اور شاید کوئی گھر ایسا نہیں تھا کہ جس میں کہرام نہ مچ گیا ہو حتیٰ کہ آپ ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو بھی جام شہادت پینا پڑا اور خود آپ ﷺ بھی زخمی ہو گئے وہی خالد جب اسلام قبول کرنے مدینہ آتے ہیں تو ان کیلئے ان کے اعزاز میں چادر بچھادی جاتی ہے یعنی آج کل کی زبان میں (V.I.P Treatment) یا (Red carpet Treatment) دیا جاتا ہے۔ قرآن کریم اللہ کے رسول ﷺ کو اخلاق کے اعلیٰ معیار کا مصداق قرار دیتا ہے کہ آپ سے زیادہ با اخلاق انسان دنیا میں نہ تو کبھی ہوا ہے اور نہ کبھی ہوگا آپ ﷺ کے اخلاق کو تو بیان کرنے کیلئے دفتر کے دفتر بھی ناکافی ہیں آپ ﷺ ہر وقت ساری مخلوق کے نفع ونقصان کا نکر رکھتے تھے حتیٰ کہ قرآن کریم نے یہاں تک کہہ دیا کہ کیا آپ اپنی جان کو ہلاک کر ڈالیں گے اگر اہل دنیا ایمان نہ لائیں (لعلک باخع نفسک ان لا یکونوا مؤمنین) (سورۃ الشعراء آیت:۳) آپ ﷺ کا تمام انسانوں کیلئے رنج وغم کرنا اس وجہ سے تھا کہ آپ جانتے تھے کہ ایمان نہ لانے کی صورت میں ان کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے دوزخ میں تو جانا ہی پڑے گا ان کی عارضی دنیا بھی اگر برباد نہ ہوئی تو خطرے میں ضرور پڑ جائیگی قرآن کریم تو تمام انسانوں کو اتنا پیار کرتا ہے کہ ایک انسان کا قتل ناحق گویا سارے انسانوں کا قتل ناحق ہے بھلا اس سے زیادہ امن وامان اور انسانیت سے ہمدردی کی اور کیا بڑی مثال ہوسکتی ہے آیت قرآنی اس طرح سے ہے "من اجل ذلک کتبنا علی بنی اسرائیل انہ من قتل نفسا بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا ومن احیاھا فکانما احی الناس جمیعا" (سورۃ مائدۃ آیت نمبر۳۲) یہ قرآنی آیات صاف ظاہر کرتی ہے کہ قرآن کریم کا قتل ناحق اور فساد فی الارض سے کوئی واسطہ ہی نہیں بلکہ ایسے مذموم فعل کی مذمت ہی نہیں کرتا بلکہ اس کو سخت سزا بھی سناتا ہے

(سورۂ مائدہ آیت: ۴۵)۔ قرآن کریم تمام انسانوں کی دنیاو آخرت کی ہر قسم کی بھلائی پر حریص ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم اللہ کے رسول ﷺ کو آپ کے سچے فرمانبرداروں کو حد درجہ صبر تحمل برتنے کی تلقین کرتا ہے اور جہاں تک ہو سکے خون بہانے سے کوسوں دور رہنے کی ترغیب دیتا ہے لیکن جہاں ظلم وستم کو روکنے کا کہنے سننے کا اور سمجھانے بجھانے کا راستہ بالکل ہی رک جائے اور حق کے مغلوب ہونے کا اور باطل کے غالب ہونے کا خطرہ لاحق ہو جائے وہاں پر قرآن کریم اپنے متبعین کو حبیب کی حدود سے نکل کر طبیب کے دائرے میں جانے کی ترغیب دیتا ہے تاکہ عمل جراحی کے ذریعہ مادۂ فساد نکل جائے اور مریض حیات جاویداں حاصل کر سکے اگر ایک شخص جس نے بہت خون بہایا ہو وہ سچی توبہ کر کے ایمان میں داخل ہو جائے تو اس کو فوراً قبول کیا جاتا ہے اور اس وجہ سے کہ بظاہر اس نے قتل کے خوف سے ایمان کا کلمہ پڑھا ہے اس کو مارا نہیں جا سکتا کیونکہ ایمان کا ذرا سا بھی حصہ ذلیل دنیا کے مقابلہ بہت ہی اعلیٰ وارفع ہے جسکی بنیاد پر کسی بھی آدمی کو اس دنیا سے دس گنی بڑی جنت ملنے کا وعدۂ رسول ہے۔

اس کے برخلاف عہد نامۂ قدیم کی کتاب خروج اور کتاب گنتی کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام اور یوشع علیہ السلام کے زمانہ کے جہاد میں کتنی بستیوں کو صرف زمین کا ٹکڑا حاصل کرنے کیلئے نیست و نابود کر دیا گیا دین موسوی اختیار کرنے کی صورت میں بھی ان کیلئے جان بچانے کی کوئی سبیل نہیں تھی لیکن اسلام کسی بھی شخص کا ظاہراً بھی اسلام میں داخل ہونا قبول کرتا ہے چاہے وہ باطناً مسلمان ہو یا نہ ہو اس کو ہر طرح سے امان دی جاتی ہے اس کا قتل کسی بھی حال میں جائز نہیں (سورۂ مائدہ آیت: ۹۴) اس کے برخلاف عہد نامہ جدید میں نہ جانے کتنے موقع پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہود سے یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ تمہاری مثال سوکھی لکڑی کی طرح ہے جس کو جلنا ہی جلنا ہے کسی بھی طرح سے تمہارا بچاؤ نہیں جبکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ہر طرح کے سارے گناہوں کو معاف کرنے کا اعلان عام ہے اللہ تعالیٰ سورۃ الزمر آیت: ۵۳ میں فرماتے ہیں "قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لاتقنطوا من رحمة الله ان الله یغفر الذنوب جمیعاً" (سورۃ الزمر آیت: ۵۳) پس اخیر میں اتنا عرض کرنا ضروری ہے کہ اہل دنیا اور اہل ہوا قرآن کریم کی جتنی چاہے مذمت کریں انشاء اللہ اس کی روشنی اس کا نور اس کا اثر زائل ہونے والا نہیں وقتی طور پر سورج کے اوپر گہرا بادل آنے سے سورج ڈھک تو ضرور جاتا ہے لیکن بادل کو چھٹنا ضرور رہتا ہے کیونکہ اس کا وجود دوام کو درکار ہی نہیں اور بادل چھٹتے ہی سورج صاف نظر آتا ہے ایسے ہی دشمنان اسلام اپنی مادی طاقت یا صحافت کے زور پر حق و باطل اور باطل کو حق کہنے میں چاہے جتنا زور صرف کر دیں حق حق ہے باطل باطل ہے اور قرآن حق ہے اور وہ ہمیشہ غالب رہا ہے اور قیامت تک غالب رہے گا اس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل رد و بدل کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ اس کا حافظ اللہ تعالیٰ ہے اور اللہ تعالیٰ نے حق کو باطل پر غالب کرنے کا اعلان کر رکھا ہے پس قرآن کا کچھ بگڑنے والا نہیں انشاء اللہ دشمن ہی ختم ہو جائیگا جس طرح قرون اولیٰ (یعنی زمانۂ نبوی اور زمانۂ صحابہ میں حق غالب رہا اور باطل بھاگ کھڑا ہوا اسی طرح انشاء اللہ حق پھر غالب ہوگا اور باطل بھاگ کھڑا ہوگا کیا دنیا نہیں جانتی ہے کہ رسول کریم ﷺ فتح مکہ کے روز

بیت اللہ شریف میں بتوں کو گراتے ہوئے یہ اعلان فرمار ہے تھے "قل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا" (سورۃ بنی اسرائیل آیت:۸۱-۸۲) اور "قل جاء الحق ومایبدء الباطل ومایعید" (سورۃ الفاطر آیت:۴۹) پس تاریخ آج بھی اپنے آپ کو دوہرا سکتی ہے بشرطیکہ اہل ایمان اسوۂ نبوی ﷺ پر جلدی گامزن ہوجائیں دشمنان اسلام قرآن کریم پر چاہے کتنے ہی الزام لگائیں اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے امن کو فساد ثابت نہیں کر سکتے وہ تو سارے انسانوں کیلئے ہدایت ہی ہدایت ہے اور بطور خاص مؤمنین کیلئے شفاء ورحمت ہے اور دشمنان دین کو تو اس پر عمل نہ کرنے سے سراسر نقصان ہی ہوگا۔ ہاں دشمنان دین اور دشمنان قرآن کا فائدہ اسی میں ہے کہ اس نسخۂ شفاء (قرآن کریم) کو جلدی ہی استعمال کرنا شروع کردیں ورنہ امتداد زمانہ سے مرض مہلک ہی ہوتا جائیگا جو آخرکار جان لیکر چھوڑے گا پس یہ آفت قرآن کریم کی طرف سے نہیں آئے گی بلکہ مریض ظالم کی طرف سے اس نسخۂ شفاء کو استعمال نہ کرنے بلکہ اس سے نفرت کرنے اور اسکو مٹانے کی کوشش کی وجہ سے آئیگی کما قال اللہ تعالیٰ: "واما الذین فی قلوبھم مرض فزادتھم رجسا الی رجسھم وماتوا وھم کافرون" (سورۃ توبہ آیت:۱۲۵) پس قرآن کریم محرک منکرات نہیں محرک معروفات ہے حامیٔ فساد نہیں حامیٔ امن ہے مہلک الناس نہیں شفاء القلوب ہے یہ مبارک کلام مبارک مہینے میں مبارک ذات پر بابرکت ذات الرحمٰن الرحیم کی طرف سے نازل ہوا ہے "شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ھدیً للناس وبینٰت من الھدیٰ والفرقان" (آیت:۱۸۵) اور یہ کہ "وننزل من القرآن ماھو شفاء ورحمۃ للمؤمنین" (سورۃ بنی اسرائیل آیت:۸۱-۸۲) جو انسانوں پر ظلم وستم نہیں کرتا بلکہ ظلم وستم کو رفع کرنے اور تمام انسانوں بلکہ تمام مخلوق کو اندھیرے سے روشنی کی طرف نکالنے والا ہے جیسا کہ باری تعالیٰ اپنے کلام کی اس آیت میں فرماتے ہیں "یخرجھم من الظلمات الی النور" (سورۃ البقرۃ آیت:۲۵۷) جس مبارک ذات پر یہ کلام الٰہی نازل کیا گیا اس کی شان یہ ہے کہ وہ تمام عالم کیلئے سراسر رحمت ہے ہدایت ہے اور ان کی ہر قسم کی فلاح دارین کیلئے ہر وقت کوشاں وساعی ہی نہیں بلکہ حریص ہے یہاں تک کہ ان کی بھلائی کیلئے اپنی جان تک کو ہلاکت میں ڈالنے کو تیار نظر آتا ہے آیات قرآنی ملاحظہ فرمائیے "لقد جائکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف الرحیم" (سورۃ یونس آیت:۱۲۸) "لعلک باخع نفسک الا یکونوا مؤمنین" (سورۃ الشعراء آیت:۳) پس وہ کلام پاک یعنی قرآن کریم جسکی مذکورہ بالا شان ہو اس پر دہشت گردی کا الزام لگانا سراسر غلط ہی نہیں بلکہ اس انسان کو عقل سے عاری ہی کہا جاسکتا ہے جو اس طرح کے افضل ترین الفاظ کو ایسے عالی شان عالی مرتبت منزل من اللہ کتاب امن کو کتاب دہشت گردی کہے پس اخیر میں ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے ہی حوالے کئے جانے میں عافیت ہے اگر وہ چاہے تو انکو ہدایت دیدے اور اگر وہ چاہے تو مناسب حال سزا دیدے "فان تعذبھم فانھم عبادک وان تغفرلھم فانک انت العزیز الحکیم" (سورۃ المائدہ آیت:۱۱۸)

کتابیات

(۱) القرآن الکریم - ترجمۃ معناہٗ وتفسیرہ الی اللغۃ الاردیۃ، شیخ الھند حضرت مولانا محمود الحسن، تفسیر حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی۔
(۲) معارف القرآن۔حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ مکتبہ مصطفائیہ دیوبند۔
(۳) ریاض الصالحین، امام الحدیث الحافظ محی الدین ابی زکریا یحییٰ بن اشرف النووی، شریف بک ڈپو نظام الدین، دہلی۔
(۴) رحمۃ للعالمین حضرت مولانا قاضی سلیمان منصور پوری۔
(۵) تاریخ اسلام۔حضرت مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی۔
(۶) التاریخ الیھودی العام، الشیخ صابر طعمیۃ دار الجلیل بیروت ۱۹۷۵۔
(۷) بائبل سے قرآن تک۔حضرت مولانا محمد تقی عثمانی پاکستانی۔
(۸) اطلس القرآن: الدکتور شوقی ابو خلیل دار السلام ۱۴۲۴ھ۔
(۹) قصص القرآن: حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی ندوۃ المصنفین اردو بازار جامع مسجد دہلی ۱۹۸۰÷۔
(۱۰) تفسیر ابن کثیر: علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ۔
(۱۱) روح المعانی: مفتی بغداد ابی الفضل شہاب الدین السید محمود الآلوسی البغدادی متوفی ۱۲۷۰ھ ادارۃ الطباعۃ المصطفائیہ دیوبند یوپی
(۱۲) تفسیر ماجدی: مولانا عبد الماجد دریا آبادی۔طابع الناشر مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ۔
(۱۳) کتاب مقدس: عہد نامہ قدیم وعہد نامہ جدید۔برٹش فارین بائبل سوسائٹی (انارکلی لاہور)

English Books

1 - The New English Bible Oxford University press cambridge University press 1981
2 - Islam versus Ahl-Al-kitab Taj company Turkman Gate Delhi 1982
3 - Helly's Bible Hand book 24th Edition 1982 USA
4 - Bible (Commentry)-Lions Hand book to the Bible USA
5 - Holy Boble (Protestan-ts): King James- 1611 AD
Printed by Authority-collins clear Type press for the waverly book company Ltd
6 - Holy Bible (catholic Douay version) published with the Approbation of His Eminence-samuel cardinal stritch Archibishop of shicago USA
7 - Bible in the making -Geddes, mac gregor USA
8 - Encyclopaedia of Religion and Ethics Edited by James Hastings Assisted by John.
A- Selbeie and Louis H. Gray (M.A Ph.D). 12 Volumes.
9 - Encyclopaedia Britanica (Macro and Micro version)
10- Personalities of the old testaments. Fleming james 1939
11- Gospal of Barnabas (Joseph)-Aishah Banvi Publishing company Karachi
12- Holy Quran- Text,Meaning and commentry-Abdullah Usuf Ali
13- Holy Quran (Arabic Text with Translation and commentry in English by Moulana Abdul Majid Daryabadi First Edition 1957 Taj Company Lahor & Karchi)
14- The preaching of Islam (A History of the propagation of the Muslim Faith) T.W.Arnold, first published 1913
15- World religions-Warren Matthew, Old Dominion University West publishing company 1991.
16- Lions Hand book to the Bible USA
17- The Glorious Quran (Text, Meaning and commentry) Abdul Majid Daryabadi. Islamic foundation 2001 AD.
18- Talmud- Ethics of the Talmud by travers Herford New York. Schocken 1962.

مولانا ڈاکٹر اکرام اللہ جان قاسمی
ڈائریکٹر مرکز تحقیق اسلامی پشاور صدر

ایران کا جوہری پروگرام اور امریکی مخالفت کے اسباب

امریکہ اور مغرب والوں کی یہ عجیب منطق ہے کہ خود تو ایٹمی اثاثوں اور اسلحہ سے لیس ہوا مگر کوئی دیگر ملک یا بہ الفاظِ دیگر کوئی مسلمان ملک اگر اس کو اپنانا چاہے تو اس کیلئے یہ شجر ممنوعہ ہے اور اسے انسانیت کی تباہی اور ہلاکت کا ذریعہ گردان کر ساری دنیا میں ایک طوفانِ بدتمیزی برپا کر دیا جاتا ہے۔ حالانکہ دنیا میں ایٹم بم کا خالق ہی امریکہ نہیں بلکہ پہلی دفعہ اس کو آزمانے والا اور استعمال کرنے کا اعزاز بھی اسے حاصل ہے۔ چنانچہ **1945**ء میں دوسری جنگِ عظیم کے اختتام پر امریکہ نے جاپان کے دو بڑے شہروں پر پہلی مرتبہ ایٹم بم برسائے جس کے نتیجہ میں ہیروشیما میں ستر ہزار افراد اور ناگاساکی میں چالیس ہزار افراد صفحۂ ہستی سے مٹ گئے اور یہ دونوں شہر نیست و نابود ہو گئے۔ زخمی اور مستقل معذور ہونے والوں کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے۔

عالمی امن کی علمبردار مغربی دنیا نے جنگ عظیم اول اور جنگ عظیم دوم کی صورت میں دو دفعہ پوری دنیا کو تباہی کی بھٹی میں جھونکا۔ چنانچہ **14** اگست **1914** کو جنگ عظیم اول کا میدان جنگ گرم کیا گیا جو بعد ازاں **1565** دنوں تک جاری رہی۔ اس جنگ میں ساڑھے چھ کروڑ افراد دھکیلے گئے۔ ایک کروڑ فوجی میدان میں مارے گئے۔ ڈیڑھ کروڑ شہری قتل ہوئے۔ دو کروڑ سے زائد افراد دائمی معذور ہوئے۔ لاکھوں بچے یتیم ہوئے۔ پچاس لاکھ عورتیں بیوہ ہوئیں۔ لاکھوں عورتیں، بچے، فوجی اور شہری لاپتہ ہوئے۔ جبکہ دوسری عالمی جنگ میں **35** ملین انسان ہلاک ہوئے۔ بیس بلین ہاتھ پاؤں سے معذور ہوئے۔ سترہ ملین لیٹر خون زمین پر بہایا گیا۔ بارہ ملین حمل ساقط ہوئے۔ تیرہ ہزار پرائمری و سیکنڈری سکول، چھ ہزار یونیورسٹیاں اور آٹھ ہزار لیبارٹریاں ویران و برباد ہو گئیں۔

اس کے بالمقابل کسی اسلامی ملک نے آج تک نہ تو ایٹم بم استعمال کیا ہے اور نہ ہی اس قدر وسیع پیمانے پر ہلاکتیں پھیلائیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ عالمی امن کے ٹھیکیدار امریکہ اور اس کے حواری مغربی ممالک کسی مسلمان ملک کے ایٹمی قوت بننے پر آسمان سر پر اٹھا لیتے ہیں۔ یہ ایک بدیہی امر ہے کہ کسی ملک کو ایٹمی قوت بننے کیلئے بڑے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔ کوئی ملک راتوں رات ایٹمی قوت نہیں بن سکتا۔ ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں پاکستان کو ایٹمی قوت بنانے کی کوشش شروع کی گئی تھی جو بعد ازاں نواز شریف کے دور میں یہ خواب شرمندۂ تعبیر ہو سکا۔ اس طرح ایران جس نے

اپریل 2006ء میں ایٹمی قوت بننے کا اعلان کر دیا۔ 1950ء کے عشرہ میں جوہری پروگرام کیلئے ہاتھ پاؤں مارنے شروع کئے تھے۔ اس وقت ایران میں شاہِ ایران کی مطلق العنان حکومت قائم تھی جو اگرچہ جمہوریت کے خلاف تھی مگر امریکہ کے مقاصد اس حکومت سے تکمیل پا رہے تھے۔ شراب کا دور دورہ تھا اور ایرانی معاشرہ مادر پدر آزاد تھا۔ پردہ قانونا جرم تھا۔ ان حالات میں شاہِ ایران کے جوہری پروگرام کو امریکہ کی حمایت حاصل تھی۔ تاہم جب ایران میں امام خمینی کی اقتداء میں وہاں کی اسلامی حکومت قائم ہوئی تو مغربی اقدار کی کشتی ڈوبنے لگی اور امریکہ، یورپ اور اسرائیل ایران کے دشمن بن گئے۔ اس دوران تہران میں امریکی سفارت خانہ ایران کے خلاف سازشوں میں زور وشور سے مصروف ہوا جس پر تہران یونیورسٹی کے ہزاروں طالبعلموں نے امریکی سفارت خانہ کا گھیراؤ کر کے درجنوں امریکی سفارتکاروں کو یرغمال بنایا۔ امریکہ نے ان سفارتکاروں کو آزاد کرانے کیلئے دھونس دھاندلی، رعب اور طرح طرح کے ہتھکنڈے استعمال کئے مگر کامیابی حاصل نہ ہوئی تو پھر عسکری کاروائی کے ذریعہ ان کو بازیاب کرانے کا منصوبہ بنایا۔ امریکہ نے تہران کی جانب آٹھ ہیلی کاپٹر روانہ کئے لیکن ایران نے طباس کے صحراء میں ان ہیلی کاپٹروں کو مار گرا کر امریکی غرور، تکبر اور نخوت کو خاک میں ملا دیا جس کے بعد امریکہ نے ذلت کے ساتھ سر تسلیم خم کر کے ایرانی شرائط پر اپنے سفارتکاروں کو رہا کروایا۔ یہ امریکی ایرانی تعلقات کی خرابی کی ابتداء تھی اس کے بعد دونوں ملکوں کے سفارتی تعلقات منقطع ہوگئے۔ اور پھر یہودی لابی بالخصوص صیہونی میڈیا نے ایران کے خلاف کسی موقع کو ضائع نہیں ہونے دیا۔ ۱۱ر ستمبر کا واقعہ امریکہ میں وقوع پذیر ہوا تو امریکہ کو دہشتگردی کو کچلنے کے حسین نام کے ساتھ اسلامی ممالک کے خلاف کاروائی کرنے کا موقع ملا۔ یہ کاروائی سب سے پہلے ایران کے خلاف متوقع تھی اس کے بعد عراق، پاکستان، چین، ترکمانستان، کرغزستان، ازبکستان، قازقستان اور دیگر وسطی ایشیائی ممالک کا نمبر تھا مگر حالات نے سب سے پہلے افغانستان کی طرف متوجہ کیا جہاں پر 1996ء کے بعد سے طالبان زیر اقتدار تھے۔ امریکہ نے ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے حادثہ کو اسامہ بن لادن کی کارستانی گردانتے ہوئے افغانستان سے مطالبہ کیا کہ وہ اسامہ کو امریکہ کے حوالہ کرے اور پھر طالبان کے انکار سے امریکہ کو افغانستان پر چڑھائی کا بہانہ ملا۔ افغانستان اگرچہ کمزور ملک تھا اور وہاں کے قبضہ سے امریکہ کے ہاتھ کچھ نہیں آتا تھا تاہم اس ملک کو ٹھکانہ بنا کر امریکہ مذکورہ دوسرے ملکوں کو نشانہ بنانے کیلئے ایک مضبوط اڈہ ہاتھ میں لانے کا خواہشمند تھا۔ بدقسمتی سے امریکہ کو پاکستانی قیادت کی ہمدردی بلکہ مخلصانہ تعاون حاصل رہا جس کی وجہ سے ایک مسلمان ملک کو ویران و برباد کرنے میں دیر نہیں لگی۔ واضح رہے کہ امریکہ نے عراق پر حملے کا منصوبہ ۱۱ ستمبر سے کافی پہلے بنایا تھا مگر اسامہ کے خلاف کاروائی کی وجہ سے افغانستان کا نمبر پہلے آیا۔ افغانستان میں خونیں پنجے گاڑنے کے بعد امریکہ اس شش و پنج میں تھا کہ ایران یا عراق میں سے پہلے کس کو نشانہ بنائے۔ امریکہ میں مضبوط یہودی لابی کے سرگرم اہلکاروں نے امریکہ کو پہلے ایران پر حملے کا مشورہ دیا مگر مشکل یہ تھی کہ امریکہ کے پاس ایران کے

خلاف ٹھوس الزامات کی فہرست تیار نہ ہوسکی جو ایک ملک کو تخت و تاراج کرنے اور دنیا والوں کو مطمئن کرنے کیلئے ضروری تھی۔ اس کے علاوہ ایران' عراق کے مقابلہ میں زیادہ مستحکم تھا اور اس کے عوام اپنے حکمرانوں سے خوش تھے۔ جبکہ عراق میں صدام حسین کی آمرانہ پالیسیوں کی وجہ سے عوام کا ایک معتد بہ حصہ حکومت سے نالاں تھا۔ ہزاروں عراقی جلاوطنی کی زندگی گذار رہے تھے۔ جبکہ اندرون ملک بھی شیعہ آبادی کی ایک واضح اکثریت صدام حکومت کے خاتمہ کے حق میں تھی۔ عراق پر حملہ میں سبقت کرنے کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ عراق اسرائیل کیلئے دردِ سر بنا ہوا تھا اور یہودی لابی اس سے مسلسل نالاں تھی۔ علاوہ ازیں عراق تیل پیدا کرنے والا دوسرا بڑا ملک ہے۔ جہاں کے تیل پر امریکہ کی لالچی نگاہیں گھڑی ہوئی تھیں۔ جس کی وجہ سے امریکی ڈالر کو بھی استحکام مل رہا تھا۔ یہی وجوہات تھیں جو ایران سے پہلے عراق پر حملہ کرنے کا باعث بنیں۔ عراق میں پنجہ گاڑنے کے بعد شام' ایران اور شمالی کوریا میں سے ایران حملہ کیلئے ایک بہتر شکار نظر آیا۔ کیونکہ یہاں سے امریکہ کثیر النوع مقاصد حاصل کرسکتا تھا۔ جس میں چین جیسے ابھرتے ہوئے ملک کے گرد حصار تنگ کرنے کا ارادہ بھی شامل تھا۔ اس سے قبل عراق کے بارے میں ایٹمی ہتھیار کی موجودگی کے الزامات کی حقیقت دنیا بھر والوں کو معلوم ہو چکی ہے کہ عراق میں کسی طرح اس قسم کا ہتھیار نہیں پایا گیا مگر امریکہ اور اس کے ہمنوا ممالک اس اصول پر کاربند ہیں کہ جھوٹ کو اس قدر بار بار اور یقین کے ساتھ بولو کہ دنیا والے اس کو سچ سمجھنے لگیں۔ اس لئے ایران کو نشانہ بنانے کیلئے امریکہ اور اس کے حواریوں نے ایٹمی ہتھیار کی تیاری کے الزامات کی رٹ لگائی۔ امریکہ سمیت تمام مغربی اور یورپی ممالک نے میڈیا کے ذریعہ ایران کے خلاف ایک طوفان بدتمیزی برپا کو دیا۔ روزانہ ایران کے خلاف ہزاروں مضامین' تبصرے اور ریڈیو ٹی وی خبریں شائع اور نشر ہونے لگیں اور ایران کو ایک دہشت گرد اور بد معاش ریاست ثابت کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا گیا۔ عالمی ادارۂ توانائی کو بھی امریکہ اور اس کے ہمنواؤں نے اپنے دباؤ میں رکھا ہے اور وہ اس ادارہ کو بہ ہر صورت ایران کے خلاف استعمال کرنا چاہتے ہیں چنانچہ امریکہ اس ادارے کے 35 رکنی بورڈ آف ڈائریکٹرز کو مسلسل دباؤ میں رکھنے کے بعد 3 کے مقابلہ میں 27 ووٹوں کی اکثریت سے ایران کے خلاف دو ماہ قبل قرارداد پاس کر چکا ہے۔ 3 '4 مارچ 2006 کے اجلاس میں ایران کا معاملہ سیکورٹی کونسل کے حوالہ کرنے کی قرارداد بھی منظور ہو چکی ہے لیکن سیکورٹی کونسل کے دو مستقل اراکین چین اور روس' ایران کے خلاف اقدامات کی شدت کے ساتھ مخالفت کر رہے ہیں۔ ان کے اس رویہ کی وجہ صرف یہ نہیں کہ ان کے ایران کے ساتھ قریبی تعلقات ہیں بلکہ ان کے خیال میں اگر ایران کے گرد گھیرا تنگ کیا گیا تو ایران جوہری عدم پھیلاؤ کے معاہدہ سے دستبردار ہو کر اپنی مرضی سے عالمی توانائی ادارہ کے سیف گارڈز کو بالائے طاق رکھ کر اپنا جوہری پروگرام تیز کر دے گا جس سے یہ بحران مزید سنگین ہو جائے گا۔ سیکورٹی کونسل کی طرف سے ایران کو اپنا جوہری پروگرام ترک کرنے کیلئے ایک مہینہ کی مہلت بھی اپریل میں گذر چکی ہے۔ مگر اس مہلت کے ختم ہونے سے قبل ہی ایرانی صدر احمدی نژاد مشہد میں ٹی؍

وی کو انٹرویو دیتے ہوئے اعلان کر چکے ہیں کہ وہ یورینیم کی افزودگی کا عمل کامیابی سے مکمل کر چکے ہیں۔ احمدی نژاد ایک نڈر، بے باک، حوصلہ منداور زیرک سیاستدان سمجھے جاتے ہیں۔ وہ ایرانیوں کی نفسیات سے نہ صرف آگاہ ہیں بلکہ اس کے اپنے خیالات ونظریات بھی ایرانیوں کے جذبات واحساسات میں رنگے ہوئے ہیں اور یہ کسی ملک کی بڑی خوش نصیبی ہوتی ہے کہ اس کے سربراہ مملکت اور عوام کے جذبات واحساسات ایک ہوں اور ان کے دل ایک ساتھ دھڑکتے ہوں۔ تہران کے ایک عام شہری کے گھر پر پرورش پانے والے احمدی نژاد ایک طرف ایرانیوں کے توقعات کو سمجھتے ہیں تو دوسری طرف وہ ایرانیوں اور مسلمانوں کے جذبات کے مطابق اور مسلمانوں پر عالم مغرب اور اسرائیل کے مظالم اور تعصب وعداوت کے خلاف وقتاً فوقتاً آواز اٹھاتے رہتے ہیں۔ احمدی نژاد نے فلسطین کی حماس انتظامیہ کو ایسے وقت میں 250 ملین ڈالر کی رقم مہیا کی جب اسرائیل سمیت یورپی ممالک نے اس پر اسرائیل کو تسلیم کرنے کیلئے دباؤ ڈالا اور اس کے کروڑوں ڈالروں کی امداد بند کر دی اور صرف یہ نہیں بلکہ ایرانی صدر نے 2005ء میں اسرائیل کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کا اعلان کر دیا۔ جس سے مغربی دنیا اور اسرائیل میں بھونچال آ گیا۔ مغربی ذرائع ابلاغ میں اس خبر پر ایک عرصہ تک گرما گرم تبصرے ہوئے اور وہاں کے صیہونیت زدہ حکمرانوں نے اس حوالہ سے ایران اور ایرانی صدر کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا۔ اگر چہ اسرائیل ایک چھوٹی حکومت ہونے کے باوجود تمام باطل قوتوں کی پشت پناہی کی وجہ سے ایک مضبوط حکومت ہے جسے مٹانا اس قدر آسان نہیں جبکہ اسرائیل غیر اعلانیہ ایٹمی قوت ہے اور اس کے پاس تین سو کے قریب ایٹم بم موجود ہیں تاہم اسرائیل کے مظالم کے ردعمل کے طور پر ایرانی صدر کا یہ اعلان اس کی بہادری اور اولوالعزمی کی دلیل ہے۔ ایران کے مطابق مستقبل کی توانائی کی ضرورت کو پورا کرنے کیلئے پرامن جوہری پروگرام اس کا بنیادی حق ہے۔ جس سے وہ کسی بھی طور دستبردار نہیں ہوگا۔ اس کے بالمقابل امریکہ ایران کو جوہری پروگرام کے حصول سے باز رکھنے کیلئے ہر جائز وناجائز ہتھکنڈے استعمال کر رہا ہے۔ امریکی صدر بش نے 18 اپریل 2006ء کو ایران کی جوہری تنصیبات کو تباہ کرنے کیلئے جوہری حملہ کو ممکن قرار دیتے ہوئے کہا کہ اگر ایران سفارتی ذرائع سے جوہری پروگرام ترک نہیں کرتا تو اس کے خلاف ایٹمی حملہ ہوسکتا ہے۔ احمدی نژاد نے امریکی صدر کے اس بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ ایرانی فوج قوم کا دفاع کرنے کیلئے تیار ہے۔ اور یہ ایران کے خلاف جارحیت کرنے والوں کے ہاتھ کاٹ دے گی۔ اور انہیں اپنے حملہ پر پشیمان کر دے گی۔ ایرانی صدر نے سیکورٹی کونسل کی طرف سے یورینیم کی افزودگی اور اپنا جوہری پروگرام بند کرنے کا مطالبہ بھی مسترد کر دیا ہے۔ اس وقت صورتِ حال بڑی عجیب ہے ایٹمی ٹیکنالوجی کے ذریعہ 1945ء میں ہیروشیما اور ناگاساکی میں انسانیت کا قتل عام کرنے والا اور بعد ازاں ویت نام، افغانستان اور عراق میں انسانیت کش پالیسیاں اپنانے والا امریکہ اب بظاہر اپنے اغراض ومقاصد کیلئے عالمی امن، ترقی اور خوشحالی کا ٹھیکیدار بنا ہوا ہے۔ ساری دنیا پر اپنی مرضی سے اپنے قوانین، اصول اور من مانی تشریحات کے ساتھ نئی اصطلاحات نافذ کر کے

رعب اور بد معاشی جمانا چاہتا ہے۔ جبکہ دوسری طرف ایران جو کہ مستقبل میں خود کو توانائی کے بحران سے بچانے کیلئے اور اپنی معیشت کو استحکام اور ترقی دینے کیلئے اپنا حق حاصل کرنے کیلئے کوشاں ہیں۔ اسکو اپنے حق سے محروم کرنے کیلئے تمام باطل قوتیں میدان میں اتر آئی ہیں تا کہ کسی طرح تیل پیدا کرنیوالے چوتھے نمبر پر اس خوشحال ملک کو بھی امریکہ زیر نگین کر کے اپنے اشاروں پر نچوا سکے اور دنیا میں امریکی بالا دستی قائم ہو تا کہ اس کی ناجائز اولاد اسرائیل کا تحفظ ہو سکے

رہی یہ بات کہ کیا واقعی امریکہ ایران پر حملہ کردے گا جس طرح کہ اس نے افغانستان اور عراق میں اپنی فوجیں اتار کر وہاں کی حکومتوں پر عوام کی مرضی کے خلاف قبضہ جمالیا۔ اس کا جواب نفی واثبات دونوں میں دیا جاسکتا ہے۔ ایک طرف جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ امریکہ پہلے سے ہی افغانستان اور عراق میں بری طرح پھنس چکا ہے اسے روز لاشوں اور تابوتوں کے تحفے مل رہے ہیں اس کا خرچہ اس سے کہیں زیادہ ہے جس قدر منافع وہ عراق سے تیل کی صورت میں حاصل کررہا ہے۔ اس کے علاوہ امریکہ کی مقبولیت میں نہ صرف کمی ہوئی ہے بلکہ دنیا کی ایک کثیر آبادی خصوصاً مسلمان امریکہ کے خلاف غیظ وغضب کے جذبات رکھتے ہیں۔ علاوہ ازیں ایران کی صورتِ حال باقی دونوں ملکوں سے یکسر مختلف ہے۔ ایران اب ایٹمی قوت بن چکا ہے اس کے عوام اور فوج والہانہ طور پر اپنے صدر اور حکومت کے ساتھ منسلک ہیں۔ ایرانی قوم اور حکومت اپنا ایک عقیدہ اور مسلک رکھتی ہے جس کیلئے وہ ہر قسم کی قربانی دینے کیلئے تیار ہیں۔ اس کے علاوہ امام خمینی کے انقلاب کے وقت سے لے کر تا حال ایرانی قوم کی ایک زبردست ذہنی آبیاری اور تیاری کی گئی ہے جس میں صیہونیت اور امریکہ دشمنی بنیادی عنصر کی حیثیت رکھتی ہے۔ نیز ایران نے اپنے تربیت یافتہ افراد کو امریکہ اور یورپ کے مختلف بلاد میں پھیلایا ہوا ہے۔ جو کہ جنگ کی صورت میں خودکش حملوں کے ذریعہ امریکہ، دریورپ والوں کی نیندیں حرام کر سکتے ہیں۔ اس تمام صورتِ حال کو دیکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ امریکہ ایران پر حملہ کی غلطی نہیں کر بیٹھے گا اور وہ افغانستان اور عراق کے بعد ایک تیسری جگہ اپنے آپ کو پھنسا کر تباہی مول لینے کا تجربہ نہیں دوہرائے گا۔ اس کے بالمقابل جب ہم اس زاویہ نگاہ سے سوچتے ہیں کہ اس وقت امریکہ اپنے سپر پاور ہونے کے زعم میں ایک بدمست ہاتھی کی طرح اپنے ہر مدِ مقابل کو ٹکر مارنے کیلئے تیار اور ایک طاقتور شیر کی طرح چنگاڑ رہا ہے۔ وہ اپنے احساس برتری میں اور اپنے مفادات واغراض کے حاصل کرنے میں کچھ بھی کرسکتا ہے۔ چنانچہ دنیا نے دیکھ لیا کہ عراق کے معاملہ میں اقوام متحدہ کی مخالفت اور سیکورٹی کونسل کی پیشگی منظوری کے بغیر امریکہ نے حملہ کردیا۔ تاہم یہ سارے انسانی اندازے ہیں۔ سب سے عظیم اور سپر پاور ذات ہمارے سروں کے اوپر موجود ہے۔ اس کی کیا مرضی اور کیا ارادے ہیں اسکی اطلاع انسان نہیں پاسکتا۔ آج سے ہزاروں سال قبل اس وقت کی مضبوط ترین قوم' قومِ عاد نے بھی مَــن اَشَــدّ مِـنّـا قُوّۃ کہہ کر یہی دعویٰ کیا تھا کہ روئے زمین پر ہم ہی سپر پاور ہیں۔ مگر جب خدا کی پکڑ آئی تو قرآن حکیم کے بیان کے مطابق طوفانی ہوا دِن نے ان کو ار اکران کے سر آپس میں ٹکرا دیئے اور وہ زمین پر مردہ ہو کر ایسے گر پڑے کہ جیسے کھجور کے لمبے لمبے تنے پڑے ہوں۔

ڈاکٹر ایم اجمل فاروقی *

بم پگڑی میں یا ہیٹ HAT میں

ڈنمارک کے اخبار نے جو ناپاک پروپیگنڈہ رحمت عالم ﷺ کی ذات پر حملہ کر کے کرنا چاہا ہے وہ نیا نہیں ہے۔ صلیبی جنگوں کے وارثین سینکڑوں سالوں سے نت نئی مکاریوں، سازشوں اور حملوں سے اس مکروہ اور بے اصل پروپیگنڈہ کو ہوا دیتے آرہے ہیں تا کہ دنیا خود ان مکاروں اور سامراجیوں کی لوٹ کھسوٹ اور ہوسِ ملک گیری کو نہ دیکھ سکے۔ ماضی قریب میں کیا کوئی مثال ایسی ملتی ہے کہ کسی مسلمان ملک نے صرف ہوس ملک گیری کے لئے یا لوٹ کھسوٹ کے لئے دوسرے ملک پر حملہ کیا ہو؟ پچھلے ۲۰۰ سالوں میں مختلف یوروپی طاقتوں نے دنیا بھر کے ممالک کو غلام بنایا۔ ہالینڈ، اٹلی، فرانس، برطانیہ، وغیرہ نے مل کر دنیا کے بڑے حصہ کو اپنی ہوس ملک گیری کا شکار بنایا۔ انڈونیشیا، الجزائر، ہندوستان، لیبیا، افریقہ وغیرہ دنیا کا کوئی حصہ ایسا نہیں تھا جہاں اِن لالچی طاقتوں نے حملہ نہ کئے ہوں۔ ملکوں کو غلام نہ بنایا ہو، کھیتوں کو برباد نہ کیا ہو، صنعتوں کو برباد نہ کیا ہو اور آبادی کو ظلم وستم کا نشانہ نہ بنایا ہو۔ یہ سب تاریخی حقائق ہیں۔ پگڑی میں بم دکھانے والوں نے شاید اس مشہور کہاوت کو نہیں سنا کہ شیشہ کے گھروں میں رہنے والے دوسروں پر پتھر نہیں پھینکا کرتے۔

''بم'' کی بات آگئی ہے تو کچھ تاریخی حقائق اور موجودہ شواہد پر ایک سرسری نظر ڈال لیں تا کہ یہ قطعی طور پر طے ہو جائے کہ ''بم'' کی تہذیب کی آبیاری کس نے کی؟

حضور ﷺ نے اپنی مدنی زندگی کے دس سالوں میں ایک ملین میل علاقہ پر اسلامی حکومت چھوڑی جس کے قیام میں دونوں جانب کے جانی نقصان کو چند ہزار نفوس پر مشتمل مانا جاتا ہے۔ اس کے برعکس صرف چھوٹے چھوٹے ممالک لیبیا، الجزائر، فلسطین وغیرہ میں آزادی کی جنگ میں بیس بیس لاکھ لوگ انہیں ظالموں کے ذریعہ شہید کئے گئے۔ ہندوستان کی آزادی کی جنگ میں لاکھوں لوگ شہید ہوئے۔ صرف ۱۸۵۷ء کے غدر میں ہی ہلاکت لاکھوں میں پہنچتی ہے۔ پہلی دوسری جنگ عظیم جو کہ عیسائی ممالک کے درمیان ہی بنیادی طور پر لڑی گئی اس میں ہلاکت کروڑوں

* ۱۵۔ گاندھی روڈ، دہرہ دون انڈیا

میں ہوئی۔ دنیا میں پہلی بار نیوکلیائی اسلحہ بھی اسی 'Hat' ہیٹ والی تہذیب نے کیا؟ اسی Hat والی تہذیب نے ۶۱ رسال پہلے یہودیوں کا قتل عام کرایا جس میں لاکھوں لوگوں کو گیس چیمبر میں ڈال کر بھون دیا گیا اور اس کی تلافی یہودیوں کو عرب ممالک میں خنجر کی طرح پیوست کر کے کی گئی۔ ویتنام کے لاکھوں بے گناہوں کے قتل اور اپاہج بنا دینے اور نیپام بموں اور کلسٹر بموں کی مار سہنے پر مجبور کرنے کا سہرا بھی اسی Hat والی تہذیب کو ہے؟ دنیا میں کیمیاوی اسلحہ جہاں بھی استعمال ہوا ہے اُس کی موجد یہی Hat والی تہذیب ہے؟ چاہے وہ ویت نام کے مظلوم عوام ہوں یا عراق میں کردگاؤں حلابجہ کے یا سوویت یونین کے ذریعہ گرائے گئے Toybomb ہوں جو افغانستان میں گرائے گئے یہ سارے کیمیاوی اسلحہ کس تہذیب کی دین تھا؟

بم کس تہذیب کی تجارت ہے؟

مسلمان یا پگڑی والی تہذیب پچھلے کئی سو سالوں سے سائنس اور ٹکنالوجی میں اتنی پچھڑ گئی ہے کہ وہ ہر چیز صرف خرید رہی ہے۔ اور صرف قدرتی دولت ہی برآمد کر رہی ہے۔ مگر اس جدید تہذیب نے پچھلے ۲ سو سالوں میں انسانوں کی بربادی کی صنعت پر بلاشرکت غیرے قبضہ کر رکھا ہے۔ سارے جدید ہتھیار برطانیہ، فرانس، امریکہ، اٹلی، روس کی Hat والی تہذیب نے ایجاد کئے ہیں اور وہی اس کو استعمال کر رہی ہے وہی اس کی تجارت کر رہی ہے اور نفع کما رہی ہے۔ یعنی انسانیت کی بربادی کے ذریعہ نفع کمانے کا کاروبار یہی Hat والی تہذیب نے کیا اور ہنوز جاری ہے۔ اس میں قابل افسوس بات اور سنگدلی و مکاری کی انتہا یہ ہے کہ اسلحہ کے دھندہ کو مندہ ہوتے دیکھ کر یہ کہیں بھی آگ بھڑکا دیتے ہیں یا لگا دیتے ہیں۔ امریکی برطانوی حکومت کے ہم نوا اخبار ''دی اکنامسٹ'' نے ۲۹-۲۲ رستمبر کے اپنے مضمون میں اعتراف کیا ''جنگ اپنے میں کوئی بری بات نہیں ہے۔'' ''جنگ کا انعام'' کے تحت عنوان میں لکھا کہ سرکاری خرچ میں اچھال آتا ہے۔ دوسری جنگ عظیم نے عالمی منڈی کے اثرات کو ختم کر دیا تھا۔ کوریائی اور ویتنامی جنگ نے بھی بازار میں اچھال پیدا کیا تھا۔ امیرکی سرکار نے دنیا بھر کی کٹوتیوں اور گھاٹوں کے دوران ابھی تک کا سب سے بڑا ملٹری آرڈر لاک ہیڈ مارٹن کو ۳۰۰ رارب ڈالر کا دیا۔ ان کی سپلائی ۲۰۰۶ء میں شروع ہوگی۔ اس لئے یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ اس وقت امریکی شیئر بازار میں سب سے اچھا بازار ملٹری انڈسٹری میں ہو رہا ہے۔ (اقتصادی بحران جنگ اور انقلاب، ص:۲۰)

اس کے نتیجہ میں دنیا بھر میں ۲۰۰۰ء میں ۴۰ رارب ڈالر کا ہتھیار فروخت ہوا۔ صرف امریکہ کا حصہ 18.6 بلین ڈالر تھا۔ باقی فرانس، برطانیہ، روس، اسرائیل وغیرہ کا تھا۔ ۱۹۹۸ء کے بعد یہ خرچہ ۶٪ بڑھ گیا تھا۔ گذشتہ سال کے اعداد و شمار اس طرح ہیں:

۲۰۰۴ء میں سب سے زیادہ اسلحہ کی فروخت ہوئی جو ۳۷- ارب ڈالر تھی۔ جس میں اکیلے امریکہ کا حصہ

12.4 ارب ڈالر تھا۔ اس کے علاوہ روس، فرانس، برطانیہ، اسرائیل کا حصہ ہے۔ ہتھیار خریدنے والوں میں 10.5 ارب ڈالر کے ساتھ چین پہلے نمبر پر رہا۔ بھارت 8 ارب ڈالر کے ساتھ دوسرے نمبر پر ہے اور سعودی عرب تیسرے نمبر پر ہے۔ (ٹائمز آف انڈیا ۳۱/۸/۲۰۰۵ء)

سارے اعداد و شمار آپ کے سامنے ہیں کوئی اندھا بھی فیصلہ کرسکتا ہے کہ بم پگڑی میں ہے یا ''ہیٹ'' میں۔ المیہ یہ بھی ہے کہ دہشت گرد کہلائے جانے والے سارے گروہ انہیں ممالک سے ہتھیار خریدتے ہیں۔ RDX بھی وہیں بنتا ہے اور کلاشنکوف بھی وہیں بنتی ہے۔ پچھلے چار سو سال میں جنگوں کا ریکارڈ مغرب کے ہی ماہر نفسیات ایرک فرام نے اپنی کتاب The Anatomy of Destructiveness میں پچھلے ساڑھے چار سو سال میں یوروپ کے ذریعہ آپس میں لڑی گئی جنگوں کی تفصیل اس طرح دی ہے:

۱۴۸۰-۱۴۹۹	۹	جنگیں	۱۵۰۰-۱۵۹۹	۸۷	جنگیں
۱۶۰۰-۱۶۹۹	۲۳۹	جنگیں	۱۷۰۰-۱۷۹۹	۷۸۱	جنگیں
۱۸۰۰-۱۸۹۹	۶۵۱	جنگیں	۱۹۰۰-۱۹۴۰	۸۹۲	جنگیں

یہ کل ۲۶۵۹ جنگیں ہیں جو یوروپ نے آپس میں لڑی ہیں۔ اس کے علاوہ باہر والوں سے جو خونریزی کی ہے اس کی طرف اشارہ شروع میں کر چکا ہوں۔ آج بھی دنیا کے کسی بھی کونے میں جنگ ہو رہی ہو ہتھیار اسی Hat والی تہذیب کا استعمال ہوتا ہے۔

جہاں تک حق یا آزادی اظہار کا معاملہ سبھی جانتے ہیں کہ ان تمام ممالک نے دہشت گردی سے لڑنے کے نام پر اپنے ممالک میں جو قوانین بنائے ہیں وہ ہر طرح کی آزادی کو ختم کرر ہے ہیں۔ پریس بھی ''ملکی مفاد'' کے نام پر خاموش کر دیا جاتا ہے۔ جنگ کے دنوں میں CNN اور ABC و NYT، FOX کس طرح سرکاری بھونپو بن گئے تھے سب کو معلوم ہے۔ فرانس میں سیکولرزم کے نام پر طالبات کو سر پر اسکارف باندھنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ کوفی عنان کہتے ہیں مسلمانوں کو صبر اور برداشت سے کام لینا چاہئے، مگر موصوف UNO کی ذمہ داری بھول جاتے ہیں کہ اسے ''انصاف'' دلانا چاہئے۔ مجرمین محض دلآزاری کے لئے یکے بعد دیگرے کیوں وہی کام کررہے ہیں؟ مسلمان عالمی برادری اور اس کے اداروں کی کارگزاری بھی دیکھ رہے ہیں کہ وہ ان کے ساتھ ''انصاف'' کا معاملہ کیسے کرتی ہے؟

نکتۂ نظر

مولانا مفتی جمیل احمد نذیری*

موجودہ دور میں ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ کا دینی مقاصد کے لئے استعمال

(پہلی قسط)

یہ مسئلہ آج کل وسیع پیمانے پر غور وفکر کا موضوع بنا ہوا ہے، فاضل مضمون نگار نے ایک نقطۂ نظر پیش کیا ہے۔ مزید غور وفکر اور مسئلہ پر سنجیدہ بحث یا مخالفت میں "الحق" کے صفحات حاضر ہیں۔...... (ادارہ)

ٹی۔وی اور انٹرنیٹ دورِ حاضر کے سب سے زیادہ ترقی یافتہ اور اہم ذرائع ابلاغ ہیں۔ان کے ذریعہ خیر بھی پھیلایا جاسکتا ہے اور شر بھی، یہ چیزیں جن لوگوں کے ہاتھوں میں ہوں گی، ویسی ہی ترسیل ہوگی۔ اصحاب خیر، خیر پھیلائیں گے، ارباب شر، شر۔اور اب تک ہو یہ رہا ہے کہ ان سے شر پھیلانے کا کام ہی زیادہ لیا جارہا ہے۔اصحاب خیر و فلاح تو ان سے، زیادہ تر دور ہی دور رہے ہیں، اب کچھ دنوں سے یہ فکر پیدا ہوگئی ہے کہ ان سے خیر پھیلانے اور حق کی ترویج واشاعت کا کام لیا جائے، ٹی وی اور انٹرنیٹ کی راہوں سے باطل جو فساد پھیلا رہا ہے اور ایسے لوگوں کو متاثر کررہا ہے جو اپنی معلومات کیلئے ٹی وی وانٹرنیٹ پر انحصار کرتے ہیں، ان کے سامنے کلمۂ حق بھی آجائے اور باطل کی وسیسہ کاریاں بھی واضح ہوجائیں۔ دین کی باتیں ان لوگوں تک بھی پہنچ جائیں جن تک کسی اور ذریعہ سے پہنچنا ممکن نہیں۔

یہ فکر کہ ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ کو دینی مقاصد کے لئے استعمال کیا جائے، ایک اچھی اور قابل تعریف فکر ہے۔ لیکن اس کے ساتھ بڑے نازک سوالات جڑے ہوئے ہیں۔ جن میں سب سے اہم یہ ہے کہ ٹی وی پر جو تصویریں آتی ہیں، ان کا کیا حکم ہے؟

.....عورتوں، فلموں، عیش وعشرت کے تجارتی اشتہاروں، رقص وسرود، ناچ گانوں کے مناظر اور فحاشی عریانی پر مشتمل تصاویر ومضامین سے بحث نہیں، ان کے حرام ناجائز ہونے میں کسے شبہ ہوسکتا ہے۔

بات ان دونوں ذرائع ابلاغ کو دینی مقاصد کے لئے استعمال کی ہے، لیکن تصویر اس کے لئے ایک لازمی شے ہے۔انٹرنیٹ کے لئے تو تصویر لازمی نہیں، لیکن ٹیلی ویژن کا تصور تصویر کے بغیر ناممکن ہے۔(لیکن انٹرنیٹ کے استعمال

---

* مہتمم جامعہ عربیہ 'عین الاسلام' نوادہ' مبارکپور' اعظم گڑھ (یوپی)

کے دوران بھی تصویروں اور بے پردہ تصویروں سے اجتناب عملاً ممکن نہیں۔)

جبکہ تصویر کشی، تصویر کا دیکھنا، دکھانا رکھنا شریعت میں حرام ہے۔ پر آخر ٹی وی پر دینی پروگرام کیسے آئیں؟ ٹی وی کو دینی مقاصد کے لئے کیسے استعمال کیا جائے؟ ﴿کسی ایسی چیز جس کو دیکھنا منع نہ ہو، اس کی تصویر دیکھنے کی حرمت پہ شاید قرآن وسنت سے کوئی دلیل نہ پیش کی جاسکے، نصوص میں تصویر بنانے کی حرمت ملتی ہے دیکھنے کی نہیں۔﴾

جو لوگ کیمرے کے ذریعہ موجودہ زمانہ کی فوٹو گرافی کو جواز کی سند دے چکے ہیں، ان کے لئے کوئی مسئلہ نہیں، جیسے علمائے عرب کی ایک بڑی تعداد۔ لیکن ہندو پاک کے مستند ارباب فقہ وفتویٰ کی غالب اکثریت، اسے ناجائز وحرام کہنے پر متفق ہیں، ماضی میں جن حضرات نے جواز کی طرف قدم بڑھایا تھا ان میں سے بھی بعض نے تحقیق کے بعد رجوع کرلیا۔ ﴿یعنی حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ اور حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ ان دونوں حضرات کے رجوع کا ذکر، حضرت مولانا محمد شفیع صاحب عثمانیؒ نے اپنی کتاب ''جواہر الفقہ'' حصہ سوم کے ص ۱۷۰۔۱۷۱ پر کیا ہے۔ مقالہ کا عنوان ہے تصویر کے شرعی احکام۔﴾

لہٰذا اس پس منظر میں ٹی وی کی تصویروں کے متعلق پوری تحقیق لازمی چیز ہے۔ ٹی وی پر آنے والی تصویروں پر مفصل گفتگو سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ تصویر کی تعریف کیا ہے اور تصویر کسے کہتے ہیں؟

تصویر کسے کہتے ہیں؟ تصویر کے لغوی معنیٰ ہیں ''صورت بنانا''۔ کسی شے کی صورت، اس کی وہ خاص ہیئت ہوتی ہے جس کے ذریعہ وہ غیر سے ممتاز ہو جائے۔ ''تصویر'' میں صورت بنانے کی وہ شکل بھی داخل ہے جسے کسی کی مورت بنانا کہتے ہیں۔

کسی بھی چیز کی صورت دو طرح کی ہوتی ہے۔ (۱) پائدار ومستقل　(۲) ناپائدار اور وقتی

پائدار: یعنی جو کسی چیز یا جگہ پر محفوظ ومستقر ہو جائے۔

وقتی: جو محفوظ و پائدار نہ رہ سکے۔

پائدار کو صورت ثابتہ و دائمہ کہتے ہیں۔ ناپائدار کو صورت مؤقتہ وغیر دائمہ کہتے ہیں۔ صورت ثابتہ ہی درحقیقت تصویر ہے، اور صورت مؤقتہ عکس، سایہ اور پرچھائیں وغیرہ کو کہتے ہیں۔

صورت ثابتہ یعنی تصویر کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) مجسمہ　(۲) غیر مجسمہ

مجسمہ اور غیر مجسمہ کو بعض فقہائے کرام نے ذات ظل اور غیر ذات ظل (سایہ دار اور غیر سایہ دار) سے بھی تعبیر کیا ہے۔ ﴿الموسوعۃ الفقہیہ ۹۳/۱۲ شائع کردہ وزارت وشؤن اسلامیہ کویت﴾

اس سے معلوم ہوا کہ تصویر خواہ مجسمہ ہو یا غیر مجسمہ، یا بالفاظ دیگر سایہ دار ہو یا غیر سایہ دار، ہر ایک مرئی ہوتی ہے، نظر آتی ہے۔ بس فرق یہ ہے کہ تصاویر مجسمہ میں طول، عرض اور عمق پایا جاتا ہے۔ اس کے اعضاء کو چھو کر بھی الگ الگ بتایا جاسکتا ہے اور دیکھ کر بھی ممتاز کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً کوئی مورتی اور بت ہو تو اس کی یہی کیفیت ہوتی۔

لیکن کسی کاغذ، کسی کپڑے پہ بنی تصویر، جو کہ تصاویر غیر مجسمہ کہلاتی ہیں، ان میں صرف طول اور عرض ہوتا ہے،

عمق نہیں ہوتا۔ ان کے اعضاء کو چھو کر ممتاز نہیں کیا جا سکتا، صرف دیکھ کر ممتاز کیا جا سکتا ہے۔

بہر حال مرئی دونوں ہیں، فرق صرف تمیز باللمس ہونے یا نہ ہونے میں ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تصویر کی کوئی تیسری قسم نہیں ہے کہ جو مرئی نہ ہو، پھر بھی اسے تصویر کہا جائے۔

تصویر کی بس دو ہی قسمیں ہیں، اور دونوں ہی مرئی ہوتی ہیں، نہ کہ غیر مرئی۔

تصویر کی تفصیل و تقسیم اور تعریف و تشریح میں فقہاء و اہل لغت سب کی اصطلاحات ایک جیسی ہیں۔ دونوں کی تعبیر میں کوئی فرق نہیں۔

<u>عکس اور سایہ:</u> الموسوعۃ الفقہیۃ میں ہے: ان الصورۃ۔ بالاضافۃ الیٰ ما ذکرناہ من الصور الثابتۃ۔ قد تکون صورۃ مؤقتۃ کصورۃ الشئی فی المراۃ، وصورۃ فی الماء و السطوح اللامعۃ، فانھا تدوم مادام الشئی مقابلا للسطح، فان انتقل الشیی عن المقابلۃ انتھت صورتہ۔ ومن الصور غیر الدائمۃ ظل الشئی اذاقابل أحد مصادر الضوء ومنہ ما کانوا یستعملونہ فی بعض العصور الاسلامیۃ ویسمونہ صور الخیال اوصور خیال الظل فانھم کانو ایقطعون من الورق صور الأشخاص ثم یمسکونھا بعصیٰ صغیرۃ .... ومن الصور غیر الدائمۃ الصور التلیفز یوفیہ، فانھا تدوم ما دام الشریط مستحر کا فاذا وقف انتھت الصورۃ ﴿حوالہ مذکورہ﴾

''جن پائیدار اور مستقل تصویروں کا ہم نے ذکر کیا ان کے علاوہ کچھ غیر پائیدار تصویریں بھی ہوتی ہیں جو صورت مؤقتہ کہلاتی ہیں، جیسے کسی چیز کی تصویر کا آئینہ پا پانی یا چمکدار سطح میں آ جانا۔ اس لئے کر وہ تصویر اسی وقت تک رہے گی جب تک وہ چیز سطح کے بالمقابل رہے گی، اور جب وہ چیز مقابل سے ہٹ جائے گی تو تصویر ختم ہو جائے گی۔

غیر دائم اور ناپائیدار تصاویر میں سے کسی چیز کا سایہ بھی ہے۔ جب تک چیز روشنی کی جگہ میں رہے گی، سایہ ہوگا (ہٹ جائے گی، سایہ ختم ہو جائیگا) انہی میں سے وہ بھی ہے جسے لوگ بعض اسلامی ادوار میں استعمال کرتے تھے اور اسی کا نام صورالخیال (خیال کی تصویر) یا سایہ کے خیال کی تصویر، رکھتے تھے۔ اس لئے کہ وہ ورق سے اشخاص کی تصویریں کاٹ لیتے تھے۔ پھر اس کو چھوٹے ڈنڈے کے زریعہ روک لیتے تھے اور چراغ کے سامنے اس کو حرکت دیتے تھے۔ تو اس کا سایہ سفید پردہ پر ڈھل جاتا تھا، جس کے پیچھے تماشائی کھڑے ہوتے تھے۔ اور وہ چیز دیکھتے تھے جو در حقیقت تصویر کی تصویر تھی۔

ناپائیدار تصویروں میں سے، ٹیلی ویژن کی تصویریں بھی ہیں، اس لئے کہ وہ اس وقت تک رہتی ہیں، جب تک کیسٹ چلتی ہے اور جب کیسٹ رک جاتی ہے تو تصویر بھی ختم ہو جاتی ہے۔''

عبارت مذکورہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ وہ تصویریں، جو کسی چیز یا جگہ پر دائم و مستقر ہوں، وہ عکس، سایہ یا اسی کے قبیل کی چیزیں کہلائیں گی۔ اور یہ ہر کوئی جانتا ہے کہ عکس یا سایہ کو حقیقۃً تصویر نہیں کہا جاتا۔ اور آجتک کسی نے نہیں کہا۔

عکس اور تصویر کے فرق کو حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانویؒ نے یوں بیان فرمایا ہے:

''تصویر و عکس دو بالکل متضاد چیزیں ہیں۔ تصویر کسی چیز کا پائدار اور محفوظ نقش ہوتا ہے، عکس ناپائدار اور وقتی نقش ہوتا ہے۔ اصل کے غائب ہوتے ہی اس کا عکس بھی غائب ہو جاتا ہے۔'' ﴿احسن الفتاویٰ ۸/۳۰۲﴾

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ لکھتے ہیں: ''عکس کو جس وقت تک مسالہ لگا کر پائدار نہ کرلیا جائے، اسوقت تک وہ عکس ہے۔ اور جب اس کو مسالہ کے ذریعہ پائدار اور قائم کرلیا جائے وہی عکس، عکس کی حدود سے نکل کر تصویر بن جاتا ہے، کیونکہ عکس، صاحب عکس کا ایک عرض ہے جو اس سے علیحدہ نہیں ہوسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ آئینہ پانی وغیرہ میں جبتک کہ ذی عکس انکے مقابل رہتا ہے اس وقت تک عکس باقی رہتا ہے اور جب وہ انکے محاذات سے ہٹ جائے تو عکس بھی اس کے ساتھ چل دیتا ہے۔

دھوپ میں آدمی کھڑا ہوتا ہے اور اس کا عکس زمین پر پڑتا ہے مگر اس کا وجود آدمی کے تابع ہوتا ہے جس طرف یہ چلتا ہے عکس بھی اس کے ساتھ چلتا ہے۔ زمین کے کسی خاص حصہ پر اس کا قائم اور پائدار ہونا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کسی مسالہ، پالش اور رنگ کے ذریعہ سے اس کی تصویر نہ کھینچ لی جائے۔...... حاصل یہ ہے کہ عکس جب تک کہ مسالہ وغیرہ کے ذریعہ سے پائدار نہ کرلیا جائے، اس وقت تک وہ عکس ہے۔ اور جب اس کو کسی طریقہ سے قائم و پائدار کرلیا جائے تو وہی تصویر بن جاتا ہے۔ اور عکس جب تک عکس ہے، نہ شرعاً ہی کوئی حرمت ہے اور نہ کسی قسم کی کراہت۔ خواہ وہ آئینہ، پانی یا کسی اور شفاف چیز پر ہو، یا فوٹو کے شیشہ پر۔ اور جب وہ اپنی حد سے گزر کر تصویر کی صورت اختیار کریگا، خواہ وہ مسالہ کے ذریعہ سے ہو یا خطوط و نقوش کے ذریعہ سے، اور خواہ یہ فوٹو کے شیشہ پر ہو یا آئینہ وغیرہ شفاف چیزوں پر۔ اسکے سارے احکام وہی ہوں گے جو تصویر کے متعلق ہیں۔

غرض مسالہ لگا کر پائدار کرنے سے پہلے صورت کا عکس فوٹو کے شیشہ پر بھی ایسا ہی حلال اور جائز ہے جیسے آئینہ، پانی وغیرہ میں۔ اور مسالہ لگا کر آئینہ وغیرہ شفاف چیزوں پر بھی عکس کا پائدار کرلینا ایسا ہی حرام و ناجائز ہے جیسا کہ فوٹو کے آئینہ پر۔ آج اگر کوئی مسالہ ایسا ایجاد کیا جائے کہ جب اس کو آئینہ پر لگایا جائے تو اس کے مقابل صورت اسی میں قائم ہو جائے۔ یا کوئی شخص اس صورت کو قلم وغیرہ سے آئینہ پر نقش کردے تو یقیناً اس آئینہ کی صورت کا وہی حکم ہوگا جو تمام تصاویر کا ہے۔'' ﴿آلات جدیدہ کے شرعی احکام ص ۱۵۰۔۱۵۱﴾

<u>تصاویر کی قسمیں:</u> تصویر بھی کئی طرح کی ہوتی ہیں۔ ذی روح کی تصویر مثلاً کسی انسان یا کسی جانور کی پوری تصویر، کسی انسان یا جانور کی سر سمیت ادھوری تصویر۔ درختوں، پھول، پتوں، ڈالیوں کی تصویر، دریا، پہاڑ، غیر ذی روح مناظرِ فطرت کی تصویر۔ سورج، چاند، ستاروں کی تصویر، عمارتوں، شاہراہوں، باغوں، ہوائی جہاز، کشتی، ٹرین و بس اور گاڑیوں کی تصویر۔ کسی جاندار (انسان یا حیوان) کی بغیر سر، کسی عضو مثلاً ہاتھ، پیر، پیٹ، پیٹھ کی تصویر۔

جن تصاویر کا بنانا اور رکھنا ناجائز ہے، وہ ذی روح کی پورے دھڑ کی تصاویر ہیں۔ یا وہ تصاویر ہیں جو اوپری

حصہ کی سر کے ساتھ ہوں۔ حرمت کے مباحث کا تعلق انہی دونوں قسموں کی تصاویر سے ہے۔

کب عکس دیکھنا بھی حرام ہوتا ہے؟ جس طرح کسی نامحرم کو دیکھنا حرام ہے، اسی طرح اس کا عکس دیکھنا بھی حرام ہے۔ خواہ وہ نامحرم مرد ہو یا عورت۔ چنانچہ کتب فتاویٰ میں مصرح ہے کہ جس طرح اجنبی کا چہرہ دیکھنا ناجائز ہے، اسی طرح شیشہ یا پانی میں اس کا عکس پڑ رہا ہو تو وہ عکس دیکھنا بھی جائز نہیں ہے۔

ٹی وی پر آنے والی تصاویر: ٹی وی پر آنے والی تصاویر کی حقیقت کیا ہے؟ وہ واقعۃً اور اصطلاحاً تصاویر ہی ہیں یا عکس ہیں؟ یہ ارباب افتاء کے درمیان ایک اہم اختلافی موضوع ہے۔ اس طرح کی اب تک شائع شدہ جو تحریریں، راقم الحروف تک پہنچ سکی ہیں ان کی روشنی میں دونوں طرف کے نقطہ ہائے نظر اور دونوں طرف کے دلائل بالترتیب بیان کئے جاتے ہیں تاکہ غیر جانب داری کے ساتھ کسی نتیجہ تک پہونچنا آسان ہو۔

اب تک ٹی وی کے حرام و ناجائز ہونے پر جو فتاوے دیئے گئے ہیں، وہ یہی مان کر دیئے گئے ہیں کہ ٹی وی میں آنے والی تصاویر، حقیقۃً اور اصالۃً تصویر ہی ہوتی ہیں اور بعینہ وہی تصویر ہوتی ہیں جن کی احادیث میں حرمت وارد ہوئی ہے۔ یہ چونکہ ایک قدیم اور معروف نقطۂ نظر ہے، اس لئے فی الحال اسے چھوڑ کر، پہلے دوسرا نقطۂ نظر، پیش کرتے ہیں، اسی کے بعد قدیم اور معروف نقطۂ نظر کے قائلین نے، اپنا نقطۂ نظر ثابت کرتے ہوئے، دوسرے نقطۂ نظر کا جس طرح رد کیا ہے، اسے نقل کریں گے۔

ٹی وی کی تصاویر کے عکس ہونے کے دلائل: ٹی وی سے متعلق استفسار کرنے والے بعض حضرات نے، ٹی وی کی تصاویر کے عکس ہونے کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے۔ ﴿دیکھئے آپ کے مسائل اور ان کا حل ۷/۳۹۵ و ۳۹۶﴾

۱- اگر ٹی وی براہ راست ریز (شعاعوں) کے ذریعہ جو کچھ وہاں ہو رہا ہے، وہ اسی آن میں ہمیں دکھا رہی ہو، جیسے کبھی حج کے پروگرام نشر ہوتے ہیں۔ جو کچھ وہاں حجاج کرام کرتے ہیں وہ ہم اسی آن میں یہاں دیکھتے ہیں، کیا اس وقت ٹی وی دور بین جیسی چیز نہیں ہوتی، اور کیا کسی آلہ سے اگر دور کی آواز سننا جائز ہے تو کیا دور کا دیکھنا جائز نہیں؟

۲- فلم میں ایک خرابی یہ بتائی جاتی تھی کہ اس میں تصویر ہے، اور تصویر حرام ہے۔ مگر ویڈیو کیسٹ کی حقیقت یہ ہے کہ ویڈیو کیسٹ میں کسی طرح کی تصویر نہیں چھپتی، بلکہ اس کے ذریعہ اس کے سامنے والی چیزوں کی ریز (Rays) شعاعوں کو ٹیپ کر لیا جاتا ہے۔ جس طرح آواز کو ٹیپ کر لیا جاتا ہے۔ ٹیپ ہونے کے باوجود جس طرح آواز کی کوئی صورت نہیں ہوتی بلکہ وہ غیر مرئی ہوتی ہے، اسی طرح ان ریز شعاعوں کی بھی کوئی صورت نہیں ہوتی، لہٰذا فلمی فیتوں اور ویڈیو کیسٹ میں بڑا فرق ہے۔ فلمی فیتوں میں تو تصویر باقاعدہ نظر آتی ہے۔ جس تصویر کو پردہ پر بڑھا کر دکھایا جاتا ہے۔ مگر ویڈیو کیسٹ مقناطیسی ہوتے ہیں جو مذکورہ ریز کی کرنوں کو جذب کر لیتے ہیں۔ پھر ان جذب شدہ کو ٹی وی سے متعلق کیا جاتا ہے۔ تو ٹی وی ان ریزوں کو تصویر کی صورت میں بدل کر اپنے آئینے میں ظاہر کر دیتی ہے۔ چونکہ یہ صورت متحرک اور غیر قار ہوتی ہے، اسے عام آئینوں کی صورت پر قیاس کیا جاتا ہے۔ جب تک آئینے کے روبرو ہو، اس میں

صورت رہے گی اور ہٹ جانے کی صورت میں ختم ہو جائے گی۔ یوں ہی جب تک ویڈیو کیسٹ کا رابطہ ٹی وی سے رہے گا۔ تصویر نظر آئے گی، اور رابطہ منقطع ہوتے ہی تصویر فنا ہو جائے گی۔

۳- آئینے اور ٹی وی کے ناپائیدار عکسوں کو حقیقی معنوں میں تصویر، تمثال، مجسمہ، اسٹیچو وغیرہ کہنا صحیح نہیں، اس لئے کہ پائیدار ہونے سے پہلے عکس ہی ہوتا ہی ہے۔ تصویر نہیں بنتا۔ اور جب اسے کسی طرح سے پائیدار کرلیا جائے تو وہی تصویر بن جاتا ہے، اب اگر اسی کو ناظرین تصویر کہیں تو یہ مجازاً ہوگا۔

۴- جب علماء نے بالاتفاق چھوٹی تصویر جیسے بٹن یا انگوٹھی کے نگینے پر تصویر کے استعمال کو جائز کہا ہے۔ مگر یہاں تو ویڈیو میں بالکل تصویر کا وجود ہی نہیں۔ اور کسی طاقتور خورد بین سے بھی نظر نہیں آتا۔

ٹی وی کی تصاویر کو عکس قرار دینے کے یہ وہ دلائل ہیں جو حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کے سامنے پیش کر کے، ان سے جواب چاہا گیا ہے۔ موصوف کی کتاب ''آپ کے مسائل اور ان کا حل'' جلد ہفتم ۳۹۵ تا ۳۹۷ میں یہ استفسار مع جواب موجود ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ استفسار کنندہ نے ٹی وی کے متعلق بعض نئے گوشوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے علمی و نظریاتی گفتگو چھیڑی ہے۔ اس کا جواب بھی اسی انداز میں دینے کی ضرورت تھی۔ استفسار کنندہ کے نکات پر ایسی کوئی ٹھوس بات کہنی چاہئے تھی جس سے ان تصاویر کا حقیقۃً واصالۃً تصویر ہونا ثابت ہو۔ لیکن افسوس کہ جواب میں اس پہلو پر کوئی خاص گفتگو نہیں کی گئی، سارا زور اسی پر ہے کہ ٹی وی آلۂ لہو ولعب ہے، اس میں رقص و سرود اور ناچ گانوں کے مناظر ہوتے ہیں، غیر محرم عورتیں عریاں لباس میں پروگرام پیش کرتی ہیں، اکثر پروگرام مخرب اخلاق اور فحش ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان حقائق کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ٹی وی کی تصاویر کے حقیقۃً اور اصالۃً تصویر ہونے کے ٹھوس دلائل کی بھی ضرورت تھی، اور جواب میں یہی پہلو تشنہ ہے۔ بہر حال موصوف کے جواب کے اصل الفاظ قدیم و معروف نقطۂ نظر کے ذیل میں پیش کئے جائیں گے، فی الحال برصغیر ہند و پاک کی ایک اہم فقہی شخصیت کے خیالات سنئے! حضرت مولانا محمد تقی صاحب عثمانی دامت برکاتہم درس ترمذی جلد پنجم ص ۳۵۱ میں تحریر فرماتے ہیں:

''ٹیلی ویژن پر پیش کئے جانے جانے والے پروگراموں کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) پہلی قسم وہ ہے کہ ٹیلی ویژن پر ایسی چیز دکھائی جائے جو پہلے سے تصویر کی شکل میں موجود ہے۔ اس کو بڑا کر کے ٹیوی کی اسکرین پر دکھایا جارہا ہے، اس کے تصویر ہونے میں تو کوئی شبہ ہی نہیں، اس لئے اس کو دیکھنا حرام ہے اور اس کا وہی حکم ہوگا جو تصویر کا ہے۔

(۲) دوسری قسم وہ ہے جس میں فلم کا واسطہ درمیان میں نہیں ہوتا بلکہ براہ راست وہ چیز ٹیلی کاسٹ کی جاتی ہے۔ مثلاً ایک آدمی ٹی وی اسٹیشن میں بیٹھا ہوا تقریر کر رہا ہے، یا کسی اور جگہ تقریر کر رہا ہے اور ٹی وی کیمرے کے ذریعہ براہ راست اس کی تقریر اور اس کی تصویر ٹی وی اسکرین پر دکھائی جارہی ہے۔ درمیان میں فلم اور ریکارڈنگ کا کوئی واسطہ نہیں

ہے۔اس براہ راست دکھائی جانے والی تصویر کو علماء کی ایک بڑی جماعت تصویر ہی قرار دے کر اس کے استعمال کو حرام قرار دیتی ہے۔لیکن اس کو تصویر قرار دینے میں مجھے تامل ہے۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ تصویر وہ ہوتی ہے جس کو کسی چیز پر علیٰ صفۃ الدوام ثابت اور مستقر کر دیا جائے ،لہٰذا اگر وہ تصویر علیٰ صفۃ الدوام کسی چیز پر ثابت و مستقر نہیں ہے تو پھر وہ تصویر نہیں ہے ، بلکہ وہ عکس ہے۔لہٰذا براہِ راست دکھائی جانے والی تصویر عکس ہے ،تصویر نہیں۔مثلاً کوئی شخص یہاں سے دو میل دور ہے اور اس کے پاس ایک شیشہ ہے ،اس شیشہ کے ذریعہ وہ یہاں کا منظر دیکھ رہا ہے۔ظاہر ہے کہ وہ شخص دو میل دور بیٹھ کر شیشے میں یہاں کا عکس دیکھ رہا ہے۔وہ تصویر نہیں دیکھ رہا ہے ،اس لئے کہ یہ عکس کسی جگہ پر ثابت اور مستقر علی صفۃ الدوام نہیں ہے۔بالکل اسی طرح براہِ راست نشر کرنے کی صورت میں برقی ذرات کے ذریعہ انسان کی صورت کے ذرات منتقل کئے جاتے ہیں ،پھر ان کو اسکرین کے ذریعہ دکھایا جاتا ہے۔لہٰذا یہ تصویر عکس سے زیادہ قریب ہے ،تصویر کے مقابلے میں۔

(۳)　تیسری قسم وہ ہے جو ویڈیو کیسٹ کے ذریعہ دکھائی جاتی ہے ،یعنی ایک تقریر اور اس کی تصاویر کے ذرات کو لے کر ویڈیو کیسٹ میں محفوظ کر لیا ،اور پھر ان ذرات کو اسی ترتیب سے چھوڑا تو پھر وہی منظر اور تصویر نظر آنے لگی۔ میرے نزدیک اس کو بھی تصویر کہنا مشکل ہے۔اس لئے کہ جو چیز ویڈیو کیسٹ میں محفوظ ہوتی ہے وہ صورت نہیں ہوتی ، بلکہ وہ برقی ذرات ہوتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ویڈیو کیسٹ کی ریل کو خوردبین بھی لگا کر دیکھا جائے تو اس میں تصویر نظر نہیں آئیگی۔اس لئے میرا رجحان اس طرف ہے کہ یہ دوسری اور تیسری قسم تصویر کے حکم میں نہیں آتیں۔لہٰذا اگر کوئی ایسا صحیح پروگرام پیش کیا جارہا ہو جو فی نفسہ جائز ہو ،اور ان دو ذریعوں مین سے کسی ایک ذریعہ سے پیش کیا جارہا ہو تو اس کو دیکھنا فی نفسہ جائز ہوگا۔ واللہ سبحانہ اعلم ان کانا صواباً فمن اللہ وان کان خطا فمنی ومن الشیطان۔"

حقیقت یہی ہے کہ کیسٹ میں موجود تصاویر براہِ راست کیسٹ میں مرئی نہیں ہوتی۔بلکہ بذریعہ مشین شیشہ پر اس کا عکس آتا ہے۔یہ عکس آئینہ اور پانی پر آنے والے عکس کی طرح ہے جب تک صاحب عکس آئینہ کے سامنے موجود ہے عکس باقی ہے اور جب صاحب عکس نہیں تو عکس بھی نہیں۔اسی طرح جب تک کیسٹ مشین میں ہے اور مشین چل رہی ہے تو عکس ہے ورنہ عکس غائب۔

<u>ٹی وی کی تصویر کے واقعتہً تصویر ہونے کے دلائل:</u>　جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے کہ یہی قدیم اور معروف نقطۂ نظر ہے۔چنانچہ جن کتب فتاویٰ میں ٹی وی کو ناجائز وحرام بتایا گیا ،اس کی ایک اہم اور بڑی بلکہ سب سے بڑی وجہ اس میں تصویروں کا ہونا ہے ،اور وہ حضرات ان تصویروں کو حقیقی اصطلاحی تصویر قرار دیتے ہیں۔

مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانویؒ لکھتے ہیں: "ویڈیو کیسٹ: یہ اپنی فتنہ سامانی میں ٹی وی سے بھی دو گام آگے ہے ،اس میں تو ہوتی ہی محفوظ تصویر ہے۔بعض لوگ یہاں بھی وہی تقریر شروع کر دیتے ہیں کہ اس کی تصویر بھی پانی یا

آئینہ میں دکھنے والے عکس جیسی ہے۔ حالانکہ کوئی عقل کا کوا بھی اس سے انکار نہیں کرسکتا کہ تصویر و عکس دو بالکل متضاد چیزیں ہیں، تصویر کسی چیز کا پائیدار اور محفوظ نقش ہوتا ہے، عکس ناپائیدار اور وقتی نقش ہوتا ہے۔ اصل کے غائب ہوتے ہی اس کا عکس بھی غائب ہو جاتا ہے۔ ویڈیو کے فیتے میں تصویر محفوظ ہوتی ہے، جب چاہیں جتنی بار چاہیں ٹی وی کی اسکرین پر اس کا نظارہ کرلیں۔ اور یہ تصویر تابع اصل نہیں۔ بلکہ اس سے بالکل لاتعلق اور بے نیاز ہے۔ کتنے ہی لوگ ہیں جو مر کھپ گئے، دنیا میں ان کا نام ونشان نہیں، مگر ان کی متحرک تصویریں ویڈیو کیسٹ میں محفوظ ہیں۔ ایسی تصویر کو کوئی پاگل بھی عکس نہیں کہتا۔ صرف اتنی سے بات کو لے کر کہ ویڈیو کے فیتے میں ہمیں تصویر نظر نہیں آتی، تصویر کے وجود کا انکار کر دینا کھلا مغالطہ ہے۔ اگر یہ منطق تسلیم کر لی جائے کہ فیتے میں تصویر محفوظ نہیں، بلکہ معدوم ہے۔ اور ویڈیو کیسٹ میں محفوظ نقوش ٹی وی اسکرین پر جا کر تصویر بنا دیتے ہیں۔ تو اس لا حاصل تقریر سے اصل حکم پر کیا اثر پڑا؟ تصویر محفوظ ماننے کی تقریر پر ٹی وی صرف تصویر نمائی کا ایک آلہ تھا۔ اب تصویر سازی کا آلہ بھی قرار پایا کہ صرف تصویر دکھاتا ہی نہیں، بناتا بھی ہے۔ اب تو اس کی قباحت دو چند ہوگی، یک نہ شد دو شد ﴿احسن الفتاویٰ ۸/۳۰۲﴾

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی تحریر کرتے ہیں: ''ٹی وی اور ویڈیو فلم کا کیمرہ جو تصویر لیتا ہے، وہ اگرچہ غیر مرئی ہیں، لیکن تصویر بہر حال محفوظ ہے۔ اور اس کو ٹی وی پر دیکھا اور دکھایا جاسکتا تھا۔ اس کو تصویر کے حکم سے خارج نہیں کیا جاسکتا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہاتھ سے تصویر بنانے کے فرسودہ نظام کے بجائے سائنسی ترقی میں تصویر سازی کا ایک دقیق طریقہ ایجاد کرلیا گیا ہے۔ لیکن جب شارع نے تصویر کو حرام قرار دیا ہے تو تصویر سازی کا طریقہ خواہ کیسا ہی ایجاد کرلیا جائے، تصویر تو حرام ہی رہے گی۔ ﴿آپ کے مسائل اور ان کے حل ۷/۲۹۷﴾

دلائل کا تجزیہ: ٹی وی کی تصویروں کو عکس قرار دینے والے اور ٹی وی کی تصویروں کو باقاعدہ تصویر اور فوٹو قرار دینے والے دونوں ہی طرح کے حضرات کے نقطۂ نظر اور دلائل سامنے آچکے۔ اب ان دلائل کے تجزیے کی ضرورت ہے۔ جو حضرات ان کو عکس قرار دیتے ہیں ان کے دلائل کا خلاصہ و تجزیہ یوں کیا جاسکتا ہے:

۱- ٹی وی کی مشین یا ویڈیو کیسٹ میں سرے سے کوئی تصویر ہوتی ہی نہیں۔ کوئی حساس سے حساس اور طاقتور سے طاقتور خوردبین سے بھی دیکھے تو بھی چھوٹی سے چھوٹی تصویر بھی نظر نہیں آسکتی۔

۲- گویا ٹی وی مشین اور ویڈیو کیسٹ کوئی تصویر نہیں کھینچتی۔ لہٰذا اس میں تصویر کا کہیں پر کوئی وجود ہی نہیں ہوتا۔

۳- ٹی وی مشین یا ویڈیو کیسٹ میں سامنے والی چیزوں (خواہ جاندار ہو یا بے جان) کی ریز یعنی شعاعیں محفوظ اور جذب ہو جاتی ہیں، لیکن ان شعاعوں کی کوئی صورت نہیں ہوتی۔ جس طرح آواز کی کوئی صورت نہیں ہوتی۔

۴- یہ شعاعیں اسی طرح غیر مرئی ہوتی ہیں جیسے آواز ایک غیر مرئی چیز ہے۔ آواز، ٹیپ رکارڈ کی کیسٹوں میں محفوظ ہوتی ہے مگر نہ دکھائی دیتی نہ اس کی کوئی صورت ہوتی، نہ اس کو چھو کر اور ٹٹول کر دیکھا جاسکتا۔

اسی طرح ٹی وی کی مشین اور ویڈیو کیسٹ میں محفوظ شعاعیں، نہ نظر آتی ہیں، نہ ان کی کوئی صورت ہوتی، نہ انہیں چھو کر

دیکھا جا سکتا ہے، نہ ٹٹولا جا سکتا ہے، لیکن ان کا ایک حقیقی وجود بہر حال ہے۔ جو ٹی وی مشین یا ویڈیو کیسٹ میں محفوظ ہونے کی صورت میں ہے۔

یہاں احقر کی سمجھ میں ایک اور بات یہ آتی ہے کہ چونکہ یہ شعاعیں غیر مادی ہوتی ہیں، اسلئے انہیں دیکھا جانا، یا چھونا، یا ان کی کوئی صورت بنانا ممکن نہیں، کیونکہ جو چیزیں مجروعن المادہ (وغیر مادی) ہوتی ہیں، انکی کیفیت یہی ہوتی ہے کہ ان کا وجود حقیقی ہوتا ہے، لیکن دیکھا جانا ممکن نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہی چیز دیکھی جا سکتی ہے جو مادی ہو۔ اسی طرح اس کی کوئی صورت بھی نہیں ہوتی۔ کیونکہ صورت کا تعلق بھی مادیات سے ہے۔ فلسفہ کی کتابوں میں مجردعن المادہ کی مثال میں نفس اور عقل کا تذکرہ آتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ دونوں چیزیں غیر مرئی ہیں، اور انکی کوئی صورت وشکل نہیں ہے۔

۵- سینما میں دکھائے جانے والے فلمی فیتوں اور ویڈیو کیسٹ میں بہت بڑا فرق ہے۔ فلمی فیتوں میں تصویر باقاعدہ نظر آتی ہے، ہر کوئی دیکھ سکتا ہے۔ اسے دیکھنے کیلئے نہ چشمہ کی ضرورت ہے، نہ خوردبین کی، اسی فلمی فیتے کو پردہ پر چڑھا کر دکھایا جاتا ہے۔ جبکہ ویڈیو کیسٹ میں تصویر کا سرے سے کوئی وجود نہیں ہوتا، ان میں صرف ریز (شعاعیں) ہوتی ہیں۔

۶- کسی پروگرام کو جب مشین کے ذریعہ ٹی وی تک پہونچایا جاتا ہے یا ویڈیو کیسٹ کو ٹی وی سے بذریعہ مشین مربوط کر دیا جاتا ہے تو وہی شعاعیں تصویر میں تبدیل ہو جاتی ہیں، اور وہی تصویر دکھائی دیتی ہے جسکی شعاعیں تھیں۔

احقر کے خیال میں شعاعوں کا کسی چیز کو وجود میں لے آنا، یا اپنے عمل سے کوئی چیز ظاہر کر دینا، اس کی آج کل کی روز کی مثل یہ ہے کہ آٹو میٹک گاڑیاں روبوٹ کنٹرول سے، دور کھڑے ہو کر ہی لاک بھی کی جاتی ہیں اور لاک کو کھولا بھی جاتا ہے۔ لاک کے کھولنے اور بند کرنے میں شعاعوں کا ہی عمل دخل ہوتا ہے۔ اسی طرح ٹی وی کو چالو کرنے اور بند کرنے کے لئے بھی اسی قسم کا آلہ استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ آلہ چالو اور بند کرنے والے کے ہاتھوں میں ہوتا ہے اور وہ ٹی وی سے کچھ فاصلہ پر ہوتا ہے۔ اس میں بھی اسی ریز (شعاعوں) کی کارستانی ہوتی ہے۔

شعاعوں کے عمل دخل کے معاملات تو بہت ہوں گے، انہیں اہل سائنس زیادہ اچھی طرح بتا سکتے ہیں، ویسے شعاعی ہتھیاروں (ریز ربموں) کا تذکرہ اخباروں میں بھی گاہے بگاہے آتا رہتا ہے۔

۷- ٹی وی میں آنے والی تصویروں کا براہِ راست تعلق شعاعوں سے ہوتا ہے۔ ان چیزوں سے نہیں ہوتا جن کی شعاعیں ہیں۔ آدمی مرکھپ جائے، چیزیں تباہ و برباد ہو جائیں، ٹی وی کو ان سے لینا دینا نہیں۔ اگر شعاعیں فیتے میں موجود ہیں اور ان کا رابطہ ٹی وی سے قائم ہو گیا، تصویر آ جائے گی۔

۸- گویا ٹی وی میں آنے والی تصویر کے سلسلہ میں اصل وہ اشخاص اور مناظر نہیں ہیں، بلکہ ان کی ریز (شعاعیں) ہیں۔ یہ تصویریں انہی شعاعوں کے تابع ہیں، اگر شعاعیں بذریعہ مشین، ٹی وی سے مربوط ہیں تو ٹی وی میں تصویر آئے گی۔ مربوط نہیں ہے تو تصویر نہیں آئے گی اور جب تک مربوط رہیں گی تبھی تک تصویریں آئیں گی۔ اور رابطہ ختم ہوتے ہی تصویریں غائب ہو جائیں گی۔

۹- اس اعتبار سے ٹی وی کی تصویریں شعاعوں کا عکس قرار پاتی ہیں، یعنی ناپائدار اور وقتی تصویریں۔ شعاعیں ٹی وی سے مربوط ہیں تو تصویر بھی ہیں، مربوط نہیں ہیں تو تصویریں بھی نہیں ہیں۔

راقم الحروف کا خیال ہے کہ آخری تینوں تحریروں (۷،۸،۹) کو ملانے سے حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی علیہ الرحمہ کا اشکال رفع ہو جاتا ہے۔

''یہ تصویر تابع اصل نہیں، بلکہ اس سے بالکل بے تعلق اور بے نیاز ہے، کتنے ہی لوگ ہیں جو مر کھپ گئے ،دنیا میں ان کا نام ونشان نہیں مگر ان کی متحرک، تصویریں ویڈیو کیسٹ میں محفوظ ہیں۔'' ﴿احسن الفتاویٰ ۳۰۲/۸﴾

پہلی بات تو یہ ہے کہ ویڈیو کیسٹ میں کوئی تصویر محفوظ نہیں ہوتی، نہ متحرک، نہ غیر متحرک، کیونکہ ویڈیو کیسٹ تصویر رکھنے کی چیز نہیں، بلکہ ریز اور شعاعوں کو محفوظ رکھنے کی چیز ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ٹی وی کی تصویر بھی تابع اصل ہے۔ لیکن یہاں اصل کون ہے؟ اسی کو سمجھنے میں غلط فہمی ہو رہی ہے۔ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے اشخاص وافراد کو اصل سمجھا ہے، جبکہ اصل یہاں، اشخاص وافراد یا مناظر نہیں، بلکہ ان کی ریز (شعاعیں) ہیں۔ ٹی وی کی تصویر میں انہیں شعاعوں کی تبدیل شدہ شکل ہے اسی لئے ٹی وی کی تصویروں کا تعلق، اشخاص وافراد کے مرنے جینے یا موجود رہنے، نہ رہنے سے نہیں، بلکہ ان کی محفوظ شعاعوں کے رہنے، نہ رہنے سے ہے۔ آدمی غائب ہے، شعاعیں فیتے میں موجود ہیں، ان کا رابطہ ٹی وی سے ہو گیا، تصویر آئے گی۔ اور یہ سراسر ایک ناپائدار اور وقتی تصویر ہوگی جو رابطہ ختم ہوتے ہی ختم ہو جائے گی، جیسے عکس جس چیز کا ہوتا ہے اس کے ہٹتے ہی ختم ہو جاتا ہے۔ لہٰذا احسن الفتاویٰ کے اسی فتوے میں کی یہ عبارت: ''تصویر کسی چیز کا پائدار اور محفوظ نقش ہوتا ہے، عکس ناپائدار اور وقتی نقش ہوتا ہے۔'' ﴿حوالۂ مذکورہ﴾ سے ٹی وی کی تصویروں کا حقیقۃً اور اصطلاحاً فوٹو و تصویر ہونا منعدم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ناپائدار اور وقتی تصویر، حقیقۃً اور اصطلاحاً تصویر نہیں کہلاتی۔ حضرت مفتی صاحب فرماتے ہیں:
''صرف اتنی سی بات کو لیکر کہ ویڈیو کے فیتے میں ہمیں تصویر نظر نہیں آتی، تصویر کے وجود کا انکار کر دینا، کھلا مغالطہ ہے۔''

لیکن احقر کو حضرت مفتی صاحب کی اس تحریر میں ہی غلط فہمی نظر آتی ہے۔ مغالطہ یہ ہے کہ ٹی وی کی تصویروں کو عکس قرار دینے والے یہ نہیں کہتے کہ ''ویڈیو کے فیتے میں ہمیں تصویر نظر نہیں آتی'' بلکہ ان کا کہنا ہے کہ ویڈیو کے فیتے میں تصویر ہوتی ہی نہیں، ویڈیو کے فیتے میں کہیں پر بھی فوٹو اور تصویر کا کوئی وجود نہیں ہوتا۔ صرف ریز و شعاعوں، کا وجود ہوتا ہے۔ جو نہ دکھائی دیتی ہیں اور نہ جن کی کوئی صورت و شکل ہی ہوتی ہے۔

کسی چیز کا نظر نہ آنا اور سرے سے موجود نہ ہونا۔ دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔

حضرت مفتی صاحبؒ کہتے ہیں: ''اگر یہ منطق تسلیم کر لی جائے کہ فیتے میں تصویر محفوظ نہیں، بلکہ معدوم ہے، اور ویڈیو کیسٹ میں محفوظ نقوش ٹی وی اسکرین پر جا کر تصویر بنواتے ہیں۔ تو اس لاحاصل تقریر سے اصل حکم پر کیا اثر پڑا۔ تصویر محفوظ ماننے کی تقدیر پر ٹی وی صرف تصویر نمائی کا ایک آلہ تھا۔ اب تصویر سازی کا آلہ بھی قرار پایا، کہ صرف تصویر دکھاتا

ہی نہیں، بناتا بھی ہے۔اب تو اس کی قباحت دو چند ہوگئی، یک نہ شد دو شد۔''

اس تحریر میں بھی مغالطہ ہے۔ ''ویڈیو کیسٹ میں محفوظ نقوش'' نہیں، بلکہ ''ویڈیو کیسٹ میں محفوظ شعاعیں''، ''ٹی وی اسکرین پر جا کر تصویر بنا دیتے ہیں'' نہیں، بلکہ ''تصویر میں بدل جاتی ہیں۔'' لہٰذا ٹی وی تصویر سازی کا آلہ تو ہوا نہیں۔ البتہ تصویر نمائی کا آلہ ضرور ہے، لیکن ناپائدار اور وقتی تصاویر دکھاتا ہے، نہ کہ پائدار اور قائم و مستقر تصاویر۔ کیونکہ ٹی وی سے لے کر ویڈیو کیسٹ تک، پائدار و قائم تصاویر کا کوئی وجود ہی نہیں ہے۔

اب آئیے! حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانویؒ کی دلیل کی طرف، وہ فرماتے ہیں: ''ٹی وی اور ویڈیو فلم کا کیمرہ جو تصویریں لیتا ہے وہ اگر چہ غیر مرئی ہیں، لیکن تصویر بہر حال محفوظ ہے۔ اور اس کو ٹی وی پر دیکھا اور دکھایا جاسکتا ہے۔''

ٹی وی اور ویڈیو فلم کا کیمرہ کوئی تصویر نہیں لیتا بلکہ سامنے والی چیزوں کی شعاعوں کو ٹیپ و جذب کر لیتا ہے۔ اور شعاعیں ایسی چیز نہیں جنہیں دیکھا جاسکے۔ لہٰذا تصویر کو موجود ماننا اور اسے غیر مرئی کہنا، صحیح نہیں۔ اسی طرح یہ جملہ ''لیکن تصویر بہر حال محفوظ ہے۔'' غلط فہمی پر مبنی ہے۔ وہاں تصویر موجود ہی نہیں تو محفوظ ہونا کیا معنی؟، ٹی وی پر جو چیز دیکھی اور دکھائی جاتی ہے وہ شعاعیں ہوتی ہیں جو بدل کر وقتی تصویر بن جاتی ہیں۔ اور جس چیز کی شعاعیں ہوتی ہیں، شعاعیں بدل کر، وہی چیز بن جاتی ہیں۔ اس کام میں سارا عمل دخل ٹی وی اور ویڈیو کیسٹ کے آلات کا ہوتا ہے۔

ٹی وی کی تصویروں کا معاملہ صور الخیال (خیال کی تصویر) جیسا بھی نہیں۔ کیونکہ موسوعۂ فقیہ کے بیان کے مطابق ''تماشہ دکھانے والے ورق سے اشخاص کی تصویریں کاٹ لیتے تھے، پھر انہی کو چھوٹے ڈنڈے پر روک کر چراغ کے سامنے کر کے دکھاتے تھے تو اس کا سایہ سفید پردہ پر ڈھل جاتا تھا اور تماشائیوں کو پوری تصویر دکھائی دیتی تھی جو حقیقت میں تصویر کی تصویر ہوا کرتی تھی۔ پہلی تصویر ورق کے ذریعہ، دوسری تصویر ورق کے سایہ کے ذریعہ۔ صور الخیال کے ناجائز ہونے کی وجہ یہ تھی کہ وہاں پہلے سے ایک تصویر ورق سے کاٹ کر بنالی جاتی تھی۔ جبکہ ٹی وی اور ویڈیو کیسٹ میں پہلے سے کوئی تصویر موجود نہیں ہوتی۔ علامہ شامیؒ نے صور الخیال کے ناجائز ہونے کی وجہ خود ہی لکھ دی کہ لانها تبقى معه صورة تامة (اس لئے کہ اس کے ساتھ مکمل تصویر باقی رہتی ہے)

اسی طرح ٹی وی کے ماہرین کی طرف منسوب یہ بات بھی تعجب خیز اور محتاج ثبوت ہے کہ ''ماہرین کا کہنا ہے کہ موسیارہ اور مونظام کی مدد سے بذریعہ مشین (کیمرہ) پہلے پروگراموں کو مع تصویر محفوظ و قائم کر لیا جاتا ہے۔ پھر مشین کے ذریعہ ٹیلی کاسٹ کر کے ٹی وی تک پہونچایا جاتا ہے۔'' ....لیکن پھر بھی اولاً تصویر کشی ہوتی ہے۔''

''مع تصویر محفوظ و قائم کر لیا جانا اور اولاً تصویر کشی ہونا'' کون سے ماہرین کہتے ہیں، ان کا نام لکھنا چاہئے۔ ماہرین تو شعاعوں کے جذب و ٹیپ کرنے کی بات کرتے ہیں آخر ٹی وی کے وہ کون ماہرین ہیں جو کہتے ہیں کہ ''پہلے پروگراموں کو مع تصویر محفوظ و قائم کر لیا جاتا ہے۔'' یا یہ کہ ''اولاً تصویر کشی ہوتی ہے۔''

اگر اس میں تصویر محفوظ ہوتی ہے تو طاقتور سے طاقتور اور حساس سے حساس خوردبین سے بھی نظر کیوں نہیں

آتی۔ پوری نظر نہ آئے، کچھ نقوش ہی نظر آجائیں، مگر ایسا بھی نہیں۔

بہر حال ماہرین کا نام لکھنے کی ضرورت ہے۔ اس کے بغیر یہ دعویٰ محض دعویٰ ہے۔ اور یہ استدلال کہ:

''ٹی وی پر جو کچھ نظر آتا ہے وہ محض سایہ نہیں ہے، کیونکہ اگر محض سایہ ہوتا تو پروگرام کے ختم ہونے کے بعد اس کو دیکھنے کا امکان باقی نہ رہتا۔'' میں کوئی مضبوط استدلال نہیں، کیونکہ جب پروگرام کے ریز جذب کر لئے گئے تو اصل حیثیت اب ریز (شعاع) کی ہوگئی۔ پروگرام اگرچہ ختم ہو جائے، لیکن ترتیب سے شعاعیں جذب کی گئی ہیں، شعاعوں کا تعلق جونہی ٹی وی سے قائم ہوگا اسی ترتیب سے پروگرام پھر دکھائی دینے لگے گا۔ اور یہ شعاعیں غیر مرئی ہوتی ہیں، ان کی کوئی شکل وصورت بھی نہیں ہوتی، تفصیل بار بار گزر چکی ہے۔

ایک اشکال جو راقم الحروف کے ذہن میں پیدا ہوا، اس کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں، وہ یہ کہ عکس ذی عکس کے مشابہ ہوتا ہے، ظل (سایہ) صاحب ظل کے مشابہ ہوتا ہے، پھر آخر یہاں ٹی وی کی تصویریں جو کہ محفوظ شعاعوں کا عکس قرار دی جارہی ہیں، وہ شعاعوں کے مشابہ کیوں نہیں؟ یہ ایک باریک نکتہ ہے۔ اہل سائنس ہی حل کر سکتے ہیں، ان دونوں میں مشابہت ومماثلت کا کیا انداز ہے، اسے بس وہی بتا سکتے ہیں، البتہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب عثمانیؒ کے ایک جملہ سے راقم کو اپنا اشکال حل ہوتا نظر آیا۔

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب ''آلات جدیدہ کے شرعی احکام'' کے ص ۱۵۰ پر عکس کو صاحب عکس کا ''عرض'' فرمایا ہے اور ''عرض'' اور 'جوہر' میں مماثلت ضروری نہیں۔ ﴿''عرض'' اور ''جوہر'' فلسفیانہ اصطلاحیں ہیں' جوہر اس کو کہتے ہیں' جو بذاتہ قائم ہو' اپنے قائم ہونے میں کسی دوسرے کا محتاج نہ ہو' جیسے اجسام وغیرہ' جوہر عین بھی کہتے ہیں۔ اور عرض' اسے کہتے ہیں جو بذاتہ قائم نہ ہو' بلکہ اپنے وجود وقیام میں کسی دوسرے (مثلاً جوہر) کا محتاج ہو' جیسے الوان' حرارت' وبرودت' حرکت وسکون وغیرہ۔ یہاں فلسفہ اصطلاحوں سے دامن بچایا نہیں جاسکتا' کیونکہ زیر بحث مسائل سائنسی ایجادار کا نتیجہ ہے اور فلسفہ کی ایک قسم' 'ریاضیات'' میں سائنس داخل ہے۔﴾ الموسوعۃ الفقہیہ میں ٹیلی ویژن کی تصاویر کو، مانند عکس وسایہ، غیر دائمہ تصویر میں کیا گیا ہے۔

ومن الصور غير الدائمة الصور التليفزيونية، فانها تدوم ما دام الشريط متحركا فاذا وقف انتهت الصورة ﴿الموسعۃ الفقیہ ۱۲/۹۳﴾

ناپائیدار تصاویر میں سے، ٹی وی کی تصاویر ہیں، کیونکہ جب تک کیسٹ چلتی رہتی ہے، تصاویر رہتی ہیں، اور جب کیسٹ بند ہو جاتی ہے، تصاویر ختم ہو جاتی ہیں۔

یہ عبارت، اس بحث کی ابتداء میں عکس وسایہ کے عنوان کے تحت گزر چکی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ قارئین کرام! عکس وسایہ کی بحث پر ایک نظر پھر ڈال لیں۔ اس طرح تصویر کی جو تعریف ہے، اسے بھی ذہن میں رکھیں۔

کوئی چیز آلہ میں موجود ہے، نظر نہیں آتی، اس کا حکم حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ سے ایک سوال کیا گیا

''فونوگرام جو ایک آلہ نقل الصوت ہے، اس میں تقاریر، نغمات موسیقی اور قراء سے رکوعات قرآن مجید کی آواز میں ایک خاص ایجاد سے بند کی جاتی ہیں...... یہ امر قابل گذارش ہے کہ جس آلہ سے اس کی پلیٹ پر صوت بھری جاتی ہے اس سے اس کی پلیٹ پر کچھ خطوط و دوائر کے طور پر بن جاتے ہیں، اور جب اس کی مشین چلائی جاتی ہے تو اس کا ایک پرزہ جس کے آخر میں ہیرے کی کنی لگ ہوتی ہے وہ کنی ان دوائر پر گشت کرتی ہے اور اس سے صوت پیدا ہوتی ہے، وہ خطوط آپس میں کچھ ممتاز نہیں معلوم ہوتے، بلکہ ہر پلیٹ پر خطوط یکساں سے معلوم ہوتے ہیں، ممکن ہے کہ فی الواقع کچھ تمایز ہو، لیکن محسوس نہیں ہوتا، چلانے والے کو یاد رکھنا پڑتا ہے کہ اس کیسٹ پر فلاں چیز منقش ہے، اور اس پر دوسری چیز، پس ان نقوش کا کیا حکم ہے، اور یہ تو ظاہر ہے کہ چونکہ یہ آلہ لہو ہے، نہ تذکر، اسلئے بھرنا اور سننا خلاف ادب قرآنی ہے، لیکن اگر کوئی بھر دے تو اس پلیٹ کا بغیر وضو کے چھونا جائز ہے یا نہیں؟ اور تعریف قرآن کی اس پر صادق ہے یا نہیں؟ الخ

حضرت تھانویؒ اس کے جواب میں لکھتے ہیں: ''ان نقوش میں جب تک پڑھے جانے کی صلاحیت ثابت نہ ہو، حروف مکتوبہ کے حکم میں نہیں۔ اس لئے ان کا مس کرنا محدث وجنب کو جائز ہے، جیسا دماغ میں ارتسام الفاظ قرآنیہ کا ہوتا ہے اور اس دماغ کا مس کرنا جائز ہے۔ البتہ اگر وہ پڑھے جانے لگیں تو اس وقت دلالت وضعیہ غیر لفظیہ کی وجہ سے ان کو حکم حروف مکتوبہ کا دیا جائے گا یہ حکم تو نقوش کا ہے۔ اور جو آواز اس سے نکلتی ہے وہ تلاوت نہیں ہے، بلکہ نقل اور عکس تلاوت کا ہے، مشابہ صوتِ طیر اور صدا کے، پس اس کا حکم بھی تلاوت کا سا نہ ہوگا۔ مثلاً بنا بر روایت درمختار وغیرہ اس کے استماع سے سجدۂ تلاوت واجب ہوگا۔ الخ ﴿امداد الفتاویٰ ۴/۲۴۴﴾

اس سوال و جواب سے ویڈیو کیسٹ اور سی ڈی کا معاملہ بھی حل ہوتا نظر آتا ہے جو چیز حقیقۃ میں کسی آلہ میں موجود ہو، لیکن دکھائی نہ دے، محسوس و مشاہد نہ ہو، اس پر وہ حکم نہیں لگ سکتا، جو اس کے وجود خارجی اور محسوس و مشابہ ہونے کی صورت میں لگتا۔ لہٰذا وڈیو کیسٹ کی غیر مرئی تصاویر (شعاعوں) پر حقیقی تصاویر کے احکام جاری نہیں ہو سکتے۔ نہ ان پر وہ وعیدیں صادق آئیں گی جو حقیقی تصاویر سے متعلق ہیں۔ البتہ اگر وہ پروگرام ہی منکرات پر مشتمل ہو تو منکرات کی وعیدیں اس پر صادق آئیں گی۔

قابل غور پہلو:

۱- حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ نے ٹیلی ویژن کی تصاویر کی جو تین قسمیں بیان فرمائی تھیں، ان میں سے دوسری اور تیسری قسم میں، ان تصویروں کا حقیقی واصطلاحی تصویر ہونا ثابت نہیں ہوا۔ البتہ پہلی قسم بلاشبہ تصویر ہی کی ہے۔ یعنی یہ کہ ''ٹی وی پر ایسی چیز دکھائی جائے جو پہلے سے تصویر کی شکل میں موجود ہے، اس کو بڑا یا چھوٹا کر کے، ٹی وی کی اسکرین پر دکھایا جا رہا ہے، اس کے تصویر ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ اس لئے اس کو دیکھنا حرام ہے، اور اس کا وہی حکم ہے جو تصویر کا ہے'' ﴿درس ترمذی ۵/۳۵۱﴾

۲- وڈیو کیسٹ کے علاوہ ایک چیز سی ڈی بھی ہے۔ اس میں بھی ریز (شعاعیں) ہی ہوتی ہیں، تصویر کا کوئی وجود نہیں

ہوتا۔لہٰذا سی ڈی کا حکم بھی ویڈیو کیسٹ جیسا ہے۔(سی ڈی کو کمپیوٹر میں ڈال کر یا سی ڈی پلیر میں ڈال کر ٹی وی کی طرح دیکھا جاتا ہے۔

ٹی وی: ذریعۂ ابلاغ، نہ کہ آلۂ لہو ولعب ریڈیو اور ٹی وی، دو ملتی جلتی چیزیں ہیں، دونوں کے پروگراموں کی نوعیت بھی تقریباً یکساں ہے۔فرق یہ ہے کہ ریڈیو میں تصویر نہیں آتی۔ٹی وی میں تصویر آتی ہے۔اس لئے ریڈیو کے بارے میں مفتیانِ کرام کی کیا آراء ہیں؟ انہیں دیکھنے کی ضرورت ہے،ان کی روشنی میں ٹی وی کی حیثیت بھی متعین کی جا سکتی ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں:

''ریڈیو کا استعمال اگرچہ عام حکومتوں اور عوام کی بدمذاقی سے مخرب اخلاق اور غیر مشروع چیزوں میں زیادہ کیا جارہا ہے،لیکن خبروں اور دوسری مفید اور جائز معلومات کا درجہ بھی اس میں خاص اہمیت رکھتا ہے،اسلئے اسکا حکم بھی وہی ہے جو قسم دوم کے آلات کا ہے، کہ جائز کاموں میں اسکا استعمال جائز اور ناجائز کاموں میں ناجائز ہے اور اس کی صنعت و تجارت مطلقاً جائز ہے بشرطیکہ اپنی نیت جائز کاموں کی ہو اگرچہ خریدنے والا اس کو ناجائز میں استعمال کرے۔''(۱)

غور کیجئے! حضرت مفتی صاحب نے ریڈیو کے متعلق،حکم بیان کرنے سے پہلے جو تین ابتدائی سطریں لکھی ہیں،اگر ریڈیو کی جگہ ٹی وی رکھ دیا جائے،تو کیا وہی سطریں ٹی وی پر صادق نہیں آجائیں گی؟

بہرحال مفتی صاحب نے ریڈیو کا حکم بیان کرتے ہوئے قسم دوم کے آلات کے حکم کا جو تذکرہ کیا ہے،وہ مذکورہ عبارت سے ایک صفحہ پہلے ''آلات وایجادات جدیدہ کے احکام'' کے عنوان کے تحت یوں ہے۔

''جو آلات جائز کاموں میں بھی استعمال ہوتے ہیں، ناجائز میں بھی، جیسے جنگی اسلحے کہ اسلام کی تائید وحمایت میں بھی استعمال ہو سکتے ہیں،مخالفت میں بھی،یا ٹیلی فون،تار،موٹر،ہوائی جہاز،ہر قسم کی جائز و ناجائز عبادت و معصیت میں استعمال ہو سکتے ہیں،ان کی ایجاد،صنعت وتجارت جائز کاموں کی نیت سے جائز ہے۔اور جائز کاموں میں ان کا استعمال بھی جائز ہے،حرام اور معصیت کی نیت سے بنایا جائے یا اس میں استعمال کیا جائے تو حرام ہے۔''

تقریباً یہی رائے حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب کی بھی ہے۔(۲)

بعینہ یہی صورت حال،ٹی وی کی بھی ہے۔لیکن جیسا کہ عرض کیا جاچکا،ٹی وی میں چونکہ تصویر آتی ہے،اس لئے ریڈیو کی بہ نسبت ٹی وی کی اہمیت بہت بڑھ گئی۔لہٰذا ٹی وی کی تصویروں کے متعلق شرعی نقطۂ نظر سے بحث وتحقیق کی جانی چاہئے،لیکن ریڈیو کی طرح اسے بھی آلات لہو ولعب میں داخل نہیں کیا جائے گا۔ٹی وی کا ''فی نفسہ شر'' نہ ہونا حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانویؒ کو بھی تسلیم ہے۔

''اگر کسی وقت ملک میں اسلامی حکومت قائم ہو اور وہ ٹی وی کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے کر اسے موجودہ منکرات سے پاک کردے،ٹی وی میں عورتوں کا گزر نہ ہو،کسی جاندار کی تصویر بھی پیش نہ کی جائے،اس کا پورا عملہ صالح مردوں پر مشتمل ہو،جو اسے عوامی خواہشات کے تابع رکھنے کے بجائے مفید مقاصد میں استعمال کرے،استعمال کی مخصوص حدود

وشرائط وقت کے محقق سے طے کرائے، تو دریں حالات ٹی وی واقعی آلۂ خیر بن جائے گا اور علماء کو اس پر کوئی اعتراض نہ رہے گا۔ مگر بحالات موجودہ یہ قطعاً آلۂ شر ہے اور اسکے قلب ماہیت کے دور دور تک کوئی آثار نظر نہیں آتے۔'' (۳)

بہرحال ٹی وی ان چیزوں میں سے ہے جس کے بارے میں فقہی اصطلاح میں کہا جاسکتا ہے کہ:

مالا تقوم المعصية بعينه۔ معصیت اس کی ذات کے ساتھ قائم نہیں،

یعنی اصل شے میں معصیت نہیں، معصیت، استعمال اور خارجی اسباب سے پیدا ہوتی ہے، لہو ولعب میں اس کا استعمال بھی خارجی عناصر میں سے ہے۔ اب عالم عرب کی ایک معروف ومشہور شخصیت علامہ یوسف القرضادی کی رائے بھی ملاحظہ کیجئے۔ ''ٹیلی ویژن، ریڈیو، اخبار اور میگزین کی طرح ہے، یہ ساری چیزیں کچھ اغراض ومقاصد کی تکمیل کا وسیلہ اور ذریعہ ہیں، نہ تم انہیں حلال کہہ سکتے ہو، نہ حرام، ان کی حلت وحرمت کا مدار ان چیزوں پر ہے جن کا ان سے کام لیا جارہا ہے، اور جو پروگرام اور جو چیزیں ان پر پیش کی جارہی ہیں.......... جیسے تلوار، مجاہد کے ہاتھ میں ہو تو جہاد کا ایک بڑا ہتھیار ہے۔ اور ڈاکو کے ہاتھ میں جرم کا ایک سامان،....... پس شے کا حکم اس کے استعمال کے اعتبار سے ہوگا۔ اور وسائل ہمیشہ اپنے مقاصد کے لحاظ سے حلت وحرمت کا حکم رکھتے ہیں۔

ممکن ہے کہ ٹیلی ویژن، فکری، نفسی واخلاقی اور اجتماعی، تعمیر وترقی کا زبردست وسیلہ بن جائے، یہی حال ریڈیو اور اخبار کا بھی ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ فساد وبگاڑ اور تخریب کاری کا بڑا سامان بن جائے، یہ سب ٹیلی ویژن کے طریقہ استعمال، پروگرام اور اس سے نشر کی جانے والی چیزوں کی نوعیت پر منحصر ہے۔ (۴)

فقہائے عظام کی تحریروں سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے بعض وقت لہو کے خالص آلات کی بھی، نیک مقاصد کے لئے، استعمال کی اجازت دی ہے۔ درمختار میں ہے: ومن ذلک ضرب النوبة للتفاخر فلو للتنبه فلا باس به (۵) ملاہی میں سے تفاخر کے لئے ڈھول بجانا ہے۔ اور اگر آگاہی کے لئے بجائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اس کی شرح میں علامہ شامی لکھتے ہیں: ''اس سے اس بات کا پتہ چلتا ہے آلۂ لہو بذات خود حرام نہیں، بلکہ جب اس سے لہو کا قصد ہو، تب حرام ہے، اور یہ قصد خواہ سننے والے کی طرف سے ہو، یا جو اس کے ساتھ مشغول ہو، اس کی طرف سے ہو، اضافت اسی بات کو بتاتی ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اسی آلہ کا بجانا سننے والے کی نیت کے مختلف ہونے سے، کبھی حلال ہوتا ہے کبھی حرام، اور امور کا اعتبار ان کے مقاصد کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ (۶)

الأمور بمقاصدها (امور کا مدار ان کے مقاصد پر ہوتا ہے) ایک قاعدہ کلیہ ہے۔ اس قاعدہ پر فقہاء کرام نے بہت سے مسائل متفرع کئے ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن نجیمؒ نے ''الاشباہ والنظائر'' میں، اس قاعدہ کے تحت جو فروع ذکر کی ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ: قاضیخان نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کیا ہے کہ انگور کے شیرہ کی بیع، اس شخص کے ہاتھ جو اس سے شراب بناتا ہے، اگر تجارت کے قصد سے ہو تو حلال ہے اور شراب بنانے کیوجہ سے ہو تو حرام ہے۔ (۷)

جس زمانہ میں گراموفون نیا نیا ایجاد ہوا تھا اور کثرت سے استعمال بھی ہونے لگا تھا، اسی زمانہ میں متعدد

حضرات نے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے اس کے متعلق استفتا کیا۔ یہ استفتاء اور جوابات امداد الفتاویٰ کی جلد چہارم ص ۲۴۳ تا ص ۲۵۰ مرقوم ہیں۔ چند جوابات، جستہ جستہ درج کئے جاتے ہیں۔ ان جوابات سے ٹی وی کی نوعیت متعین کرنے میں بھی سہولیت ہوگی۔

حضرت تھانویؒ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں: ''احکام کبھی شے کی ذات پر نظر کر کے مرتب ہوتے ہیں اور کبھی عوارض پر نظر کر کے اور ان دونوں قسم کے احکام کبھی باہم مختلف بھی ہو جاتے ہیں پس اگر اس آلہ من حیث الآلۃ کی ذات پر نظر کی جائے تو حقیقت اس کی باجہ نہیں۔ چنانچہ ضرب یا قرع یا غمز سے نہیں بجتا اور نہ اس میں کوئی خاص صوت ہے، بلکہ یہ حکایت ہے اصوات کی، جیسے گنبد میں صدا، یعنی آواز بازگشت کی پیدا ہو جاتی ہے، اس کو کوئی باجہ نہیں کہتا، پس وہ حکم میں تابع ہوگی صوت محکی عنہ کے۔ اگر صوت معازف ومزامیر کی ہے، اس کے حکم میں ہے۔ اور اگر وہ مشروع ہے یہ بھی مشروع، اگر وہ غیر مشروع ہے، یہ بھی غیر مشروع ہے الخ۔'' (۸)

اسی سلسلے کے ایک اور فتوے میں حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ جو چیز اگر چہ بذاتہ جائز وحلال ہو، جائز طریقہ سے بھی اس کا استعمال، حرام تک پہونچانے کا ذریعہ بن جائے، اہل تلہی سے مشابہت ہو جائے، تو یہ چیزیں سدّ اللذ رائع، جائز وحلال سے بھی روکنے میں مؤثر ہوتی ہیں۔ لیکن یہ مفاسد، مفاسدِ عارضہ کہلاتے ہیں، اور مفاسد عارضہ اور ضرورت کے درمیان تعارض پیدا ہو جائے تو فوراً منع کا حکم نہیں لگے گا، بلکہ قواعد شرعیہ کو دیکھ کر اور ان کی تحقیقات کر کے ایسی صورت اپنائی جائے گی جس سے مفاسد کا انسداد بھی ہو اور ضرورت شرعیہ کی تحصیل بھی ہو جائے۔

پھر حضرت تھانویؒ نے آگے لکھا ہے کہ جہاں سد الذرائع کسی چیز کی ممانعت کی جاتی ہے تو یہ احتیاطی حکم ہوتا ہے اور اس کی حفاظت وصیانت کا ذریعہ ہوتا ہے۔ لیکن اگر کوئی احوط کو ترک کر دے تو نہ اس پر کوئی مواخذہ کیا جا سکتا، نہ اس کے ساتھ کسی قسم کی بدگمانی کی گنجائش ہے۔ (۹)

آخر میں حضرت تھانویؒ کی ہی ایک اور چشم کشا عبارت نقل کرنے کا جی چاہتا ہے: ''اگر کسی جگہ بدعت ہی لوگوں کی حفاظت کا ذریعہ ہو جائے، تو وہاں بدعت کو غنیمت سمجھنا چاہئے۔ جبتک کہ انکی پوری اصلاح نہ ہو جائے۔ جیسے مروجہ میلاد شریف کہ اور جگہ تو بدعت ہے، مگر کالج میں جائز، بلکہ واجب ہے کیونکہ اس بہانے سے وہ بھی رسول اللہ ﷺ کا ذکر شریف اور آپکے فضائل ومعجزات سن تو لیتے ہیں، تو اچھا ہے کہ اسطرح حضور ﷺ کی عظمت ومحبت ان کے دلوں میں قائم رہے۔'' (۱۰) ان تفصیلات کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہو چکی ہے کہ اس ترقی یافتہ دور میں میڈیا کو جو اہمیت حاصل ہے، اور ذرائع ابلاغ جس طرح لوگوں پر اثر انداز ہو رہے ہیں، ٹی وی جیسے اہم ذریعہ ابلاغ کو، آلۂ لہو ولعب قرار دے کر، دامن جھٹک کر کنارے کھڑے ہو جانا دانشمندی نہیں، بلکہ قواعد شرعیہ کی روشنی میں حقائق تک پہونچ کر صحیح رہنمائی کی ضرورت ہے۔ یہاں بھی دیکھنا ہے کہ مفاسد عارضہ کیا ہیں اور ''ضرورت شرعیہ'' کیا ہے؟ اگر دونوں میں تعارض نظر آتا ہے، اور فی الواقع کچھ اسی قسم کی صورت حال ہے، تو قواعد کی تحقیق کر کے احکام کو اپنے مدارج پر رکھنا وقت کا ایک اہم تقاضا ہے۔ (جاری ہے)

جناب شفیق الدین فاروقی

دارالعلوم کے شب وروز

نیپا کے زیر تربیت اعلیٰ افسران کی دارالعلوم آمد:

مرکزی اور صوبائی حکومتوں کے اعلیٰ گریڈوں کے افسران کو نیپا اور دیگر اکیڈمیاں خصوصی تربیتی کورس کراتی ہیں جس میں کمشنر اور سیکرٹری سطح کے افراد شامل ہوتے ہیں۔ نیپا لاہور کے دعوت پر پچھلے ماہ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے لاہور جاکر دہشت گردی اور اسلام کے موضوع پر درس دیا۔ ان لوگوں نے دارالعلوم حقانیہ دیکھنے اور مدرسے کے نظام کے مطالعہ کی خواہش ظاہر کی۔ مولانا نے بخوشی منظوری کی۔ چنانچہ جنرل سکندر شامی کے متبادل نیپا کے سربراہ جناب راحت امین کی قیادت میں چالیس رکنی ارکان نے دارالعلوم کا دورہ کیا اور دو ڈھائی گھنٹے مولانا سمیع الحق کے ساتھ سوال و جواب کی مجلس رہی۔ دوسری جماعت سی ایس پی کے زیر تربیت افسران پر مشتمل جناب جنرل سکندر شامی (جو مشہور شہید شامیؒ کے فرزند ہیں) کی قیادت میں مورخہ ۱۴ مئی بروز اتوار کو دارالعلوم کا معائنہ کیا۔ اور مولانا نے انہیں نصاب نظام تعلیم مدارس کی تاریخ اور امت کو درپیش عالمی مسائل پر بریفنگ دی اور ان کے سوالات و خدشات کا ازالہ کیا دونوں جماعتوں کو مولانا مدظلہ کی رہائش گاہ پر ظہرانہ دیا گیا۔

امام حرم مکی چیئر مین سعودی مجلس شوریٰ کو سپاسنامہ: حرم مکی کے امام وخطیب اور سعودی عرب کے مجلس شوریٰ کے چیئر مین فضیلۃ الشیخ صلاح بن عبداللہ بن حمید چیئر مین سینٹ آف پاکستان جناب محمد میاں سومرو کی دعوت پر پاکستان کے چار روزہ دورے پر تشریف لائے۔ سینٹ کی طرف سے مرتب پروگراموں اور تقاریب میں مولانا سمیع الحق مدظلہ میزبان کے طور پر شریک رہے۔ جناب علی عواد العسیری سفیر سعودی عرب کے گھر پر دیئے گئے عشائیہ میں جن میں ملک کے نہایت اعلیٰ اور سرکردہ شخصیات موجود تھیں، سعودی سفیر کی خواہش پر مولانا نے انہیں حسب ذیل سپاسنامہ پیش کیا جس میں سینٹ، پارلیمنٹ اور پوری قوم کی ترجمانی کی گئی ہے۔

صاحب السعادة معالی الشیخ صالح بن عبدالله بن حمید الموقر امام الحرم المکی ورئیس مجلس الشوری للمملکة العربیة السعودیة وجمیع معالی المشائخ الموقرین فی الوفد المرافق

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته: اهلاً و سهلاً ویا الف مرحبابکم

ایها اضیوف الکرام والواردون العظام!

بعد إهداء أطیب تمنیاتنا بدوام الصحة لمعالیکم نحن الشعب الباکستانی وجمیع المشائخ والعلماء ورجال الدین وأعضان البرلمان وخاصة مجلس الشیوخ الباکستانی

نرحبكم من أعماق قلوبنا ونشكرالله جل جلاله وعم نواله قبل كل شئى ثم تشكركم ونشكر المملكة الرشيدة المملكة العربية السعودية حكاماً و محكومين حيث تشجع اخوانهم المسلمين فى جميع أقطار العالم الإسلامى بقيادتهم الحكيمة وتوجيهاتهم النيّرة ولاسيما فى هذه الظروف المريرة حيث يعانى المسلمون ألوان المعاناة والمكابيدة والبربرية من الاستعمار الغاشم وخاصة فى الرد على اعداء الاسلام الذين يشوهون سميعة الاسلام باشاعة الرسوم الوقحة والتصاوير المفجعه التى تجرح قلوب المسلمين.

ولله الحمد وله المنة . حيث شرف المملكة العربية السعودية بالوقوف إلى جانب قضايا المسلمين نصرةً ومساعدة وموازرة ' ومواقف المملكة الرشيدة شواهد حية على هذا الشرف العظيم ' كما شاهدنا ها فى افغانستان حينما غزاها الشيوعيون فقامت المملكة الحبيبة الرشيدة قريباً من ثلاثة عشر عاماً . رعاة ورعية تساعد اخوانهم المسلمين الأفغانين بكل ماعندهم' وهكذا استمرت المساعدات فى محنة المسلمين فى البوسنة والهرسک وفى جميع الأقليات الإسلامية وخاصة فى القضية الفلسطينية ا لباهظة ولاسيما المساعدات فى حوادث الزلازل فى مناطق باكستان.

يأ اصحاب الامجاد الشامخة والهمم العالية نحن اخوانكم نرى على انفسنا للمملكة الرشيدة المملكة العربية السعودية حقوقاً وواجبات لانستطيع أن نقوم بأداء شكر اقل قليل منها ' حيث تساهم المملكة الحبيبة اسهاماً رائعاً فى جميع . مجالات الشئون الإسلامية والسياسية وخاصة فى ميادين تسهيل قضا ياالحج والعمرة وتوسيع الحرمين الشريفين توسيعا هائلا تحير العقول وهكذا فى سبيل الدعوة إلى الله عزو جل و تدريح المبادى الاسلامية وتاسيس الجامعات الإسلامية فى مكة المكرمة وفى المدينة المنورة وفى الرياض والمدن الاخرى وتاسيس المعاهد العلمية والمراكز الدينية' فى داخل المملكة وخارجها التى تربى شباب العالم الإسلامى ونفذيهم اليقين على عظمة القرآن والسنة وقد تخرج بعون الله وكرمه من هذه الجامعات المباركة ألاف العباقرة. المتكاملون فى الثقافة الاسلامية رجال العقيدة السليمة ومتاهلين لحمل راية الاسلام وتطبيق الاحكام الشرعية وما من بلدفى أقطار المعمورة إلا وتجدفيه من الصدقات الجارية للملكة العربية السعودية

فشرق حتى ليس للشرق مشرق وغرب حتى ليس للغرب مغرب

فى جميع مجالات الحياة متمكنين فى اداء المسؤليات الحساسة وهناک ألاف المواقف

والمشاريع الدينية والخدمات العظيمة قد وفق الله تعالیٰ للقائمين على شئون المملكة أداء ها' الأستطيع أن أبين جميع ماتقوم به المملكة من ألاف المشاريع' تقبلها الله جل جلاله وآدام ظل المملكة على جميع العالم الاسلامی.

واخيراً أرحبكم مرة اخرى واننى اشكر الله تعالیٰ حيث شرف مجلس الشورى السعودى برأسة عالم نبيل وشيخ جليل معالى الشيخ صالح بن عبدالله بن حميد الذى شرفه الله تعالیٰ بامامة الحرم المكى وخطابتها. صاحب البصيرة الدينية والفراسة الايمانية ما احسن الدين والدنيا اذا اجتمعا. وأرى من الواجب أن اشكر سماحة السفير الشيخ على العواض العسيرى المحترم حفظه الله تعالیٰ حيث يبذل جهوده المشكورة ليلاً و نهاراً فی توطيد الاواهر الاخوية والسياسية والتجارية بين البلدين شكرالله مساعيه ورزقه مزيد التوفيق والاخلاص.

والسلام سميع الحق عضوء مجلس الشيوخ الباكستان

ورئيس الجامعة الحقانية اكوره ختک

نائب مہتمم حضرت مولانا انوارالحق صاحب مدظلہ کی وفاق المدارس کے اجلاس میں شرکت: ۲اور۳رمئی کووفاق المدارس العربیہ پاکستان کے دو اہم اجلاسوں کا انعقاد مرکزی دفتر ملتان میں ہوا۔جس میں شیخ الحدیث حضرت مولانا انوارالحق نے شرکت کی۔۲رمئی کو بعد مغرب زلزلہ سے متاثرہ علاقوں میں مدارس ومساجد کے نقصانات کے ازالہ کے لئے وفاق کی طرف سے قائم شدہ ریلیف کمیٹی کا اجلاس رات گئے تک جاری رہا۔اجلاس میں تعاون کے سلسلہ میں رقوم جمع کرنے اورخرچ کرنے کے طریق کاراور دیگرامور پرطویل غوروخوض ہوا۔۳رمئی کوصبح دس بجے سے مجلس عاملہ کے اجلاس میں متاثرہ علاقوں کے متعلق امور' وفاق کے سالانہ بجٹ ودیگرضروری مسائل پرغور کے بعد اہم فیصلے کئے گئے۔ہر دو اجلاس وفاق کے صدر شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان کی صدارت میں منعقد ہوئے۔

دارالعلوم میں عامر شہیدؒ کانفرنس کا انعقاد: گزشتہ دنوں شہید اسلام عامر چیمہؒ کی شہادت کے موقع پر دارالعلوم کے متصل بڑے گراؤنڈ میں ایک تعزیتی کانفرنس کا انعقاد کیا گیا اور عامر شہیدؒ کو اس موقع پر بھرپور خراج تحسین پیش کیا گیا۔کانفرنس سے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ' حضرت مولانا سید شیر علی شاہ صاحب مدظلہ' مولانا مغفور اللہ صاحب' اور ممبر قومی اسمبلی مولانا حامد الحق حقانی اور دیگر اساتذہ کرام وعلماء نے تفصیلی خطبات کئے۔اس موقع پر ہزاروں طلباء اور علاقہ بھر کے عوام نے شرکت کی۔

رشین جرنلسٹ کی دارالعلوم آمد: گزشتہ دنوں دارالعلوم میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ سے انٹرویو کے لئے رشین جرنلسٹ ڈاریا(Daria) تشریف لائیں۔آپ ماسکو کے ایک بڑے اخبار ''پراوڈا'' کی بیورو چیف ہیں۔آپ نے حضرت مولانا مدظلہ سے عالم اسلام اور موجودہ صورتحال پر سیر حاصل انٹرویو ریکارڈ کیا۔

مدیر کے قلم سے

تعارف تبصرہ کتب

کتاب: تعلیمات نبویؐ اور آج کے زندہ مسائل مؤلف : حضرت مولانا سید عزیز الرحمٰن صاحب

ضخامت: ۴۱۶ صفحات قیمت۔۲۴۰ روپے ناشر: القلم فرحان ٹیرس ناظم آباد نمبر۲ کراچی

زیر تبصرہ کتاب کے متعلق ڈاکٹر محمود غازی رقمطراز ہیں: پاکستان میں مطالعہ سیرت کا نیا دور یوں تو قیام پاکستان کے بعد سے ہی شروع ہو گیا تھا' متعدد اہل علم نے سیرت پر اردو اور انگریزی میں نئے نئے انداز سے بہت سی کتابیں لکھی تھیں' لیکن واقعہ یہ ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مطالعہ سیرت کی نئی نئی جہتیں سامنے آرہی ہیں۔ مطالعہ سیرت کو مہمیز دینے میں بہت سے عوامل نے حصہ لیا ان میں اہم کردار علماء سیرت کے ساتھ ساتھ بہت سے اداروں کی کاوشوں کا بھی ہے یہ ادارے جو پاکستان میں سیرت کے کام کو آگے بڑھانے میں موثر کام کر رہے ہیں۔ تاریخ علم سیرت میں ان شاء اللہ یاد رکھے جائیں گے۔

یہ شرف بھی خالق کائنات نے اہل پاکستان کے حصے میں رکھا تھا' کہ یہاں صرف مطالعہ سیرت کے لئے ادارے بھی قائم ہوئے اور صرف سیرت کے بارے میں تحقیقات کی نشر واشاعت کے لئے مستقل بالذات رسائل بھی شائع ہوئے ان مستقل بالذات رسائل میں کراچی کا ششماہی رسالہ السیرۃ العالمی بھی شامل ہے۔اس رسالے نے بہت جلد علمی دنیا میں ایک اہم مقام پیدا کیا ہے' اس رسالے کے روح رواں اس کتاب کے فاضل مؤلف اور نوجوان محقق مولانا سید عزیز الرحمٰن ہیں' جنہوں نے نہ صرف اس رسالے کے نائب مدیر کی حیثیت سے بلکہ ایک محقق سیرت کے طور پر اہل علم سے خراج تحسین حاصل کیا ہے۔انہوں نے تعلیمات نبوی کو ایک نئے انداز میں پیش کر کے ادبیات سیرت میں وقیع اضافہ کیا ہے۔

زیر نظر کتاب ان کے سات (۷) عالمانہ اور محققانہ مقالات کا مجموعہ ہے۔ یہ وہ مقالات ہیں جو وزارت مذہبی امور کے تحت منعقد ہونے والی سالانہ قومی سیرت کانفرنسوں میں پیش کئے گئے۔ یہ سب مقالات قبل ازیں ملک کے علمی رسائل و جرائد میں شائع ہو کر مقبول و معروف ہو چکے ہیں۔ یہ مقالات قومی سطح پر انعامات کے مستحق بھی قرار دیئے گئے۔

طلبائے سیرت مولانا سید عزیز الرحمٰن صاحب کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے سب مقالات کو کتابی شکل

میں یکجا کر کے اہل علم کے لئے دستیاب کر دیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ ان کی یہ کتاب نہ صرف علوم اسلامیہ کے طلبہ اور اساتذہ کے لئے بلکہ عام تعلیم یافتہ قارئین کے لئے بھی مفید اور دلچسپ ثابت ہوگی۔

ادارہ القلم نے اس کتاب کی تزئین و آرائش اور طباعت میں انتہائی محنت سے کام لیا ہے اور کتاب ظاہری اور معنوی دونوں لحاظ سے انتہائی دلکش اور دیدہ زیب ہے۔

کتاب: اذکارِ سیرت مؤلف: پروفیسر سید محمد سلیمؒ ترتیب: مولانا سید عزیز الرحمان صاحب
ضخامت: ۴۱۶ صفحات قیمت۔ درج نہیں ناشر: زوار اکیڈمی پبلیکیشنز ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۱۸

زیر تبصرہ کتاب میں سیرت رسول اللہ ﷺ کے حوالہ سے جناب پروفیسر سید محمد سلیمؒ نے جو مقالات اور مضامین مختلف اوقات میں مختلف رسائل و جرائد میں شائع کئے تھے' وہ یکجا کئے گئے ہیں۔ اور ان قیمتی مضامین و مقالات کے حسن ترتیب کا سہرا جناب مولانا سید عزیز الرحمان صاحب کے سر ہے۔ جس میں کل ۱۷ رمضامین ہیں اور ہر مضمون متنوع عنوانات پر مشتمل ہے۔

مرتب کتاب ''پیش گفتار'' کے زیر عنوان تحریر فرماتے ہیں۔ ''پروفیسر محمد سلیمؒ (۱۹۲۳ء/ ۱۷ اکتوبر ۲۰۰۰ء) ماہر تعلیم محقق اور تنوع پسند اہل قلم تھے۔ یہی سبب ہے کہ آپ کے مضامین کے موضوعات مختلف ہیں۔ آپ نے زیادہ تر تعلیم اور اس سے متعلقہ مباحث پر لکھا۔ لیکن اس کے علاوہ بھی آپ نے بہت سے موضوعات پر قلم اٹھایا' ان موضوعات میں سیرت طیبہ بھی شامل ہے۔ سیرت بجائے خود ایک کثیر الجہت موضوع ہے۔ جس کے ان گنت پہلو ہیں' لیکن پروفیسر صاحب کی دلچسپی اس میں ان پہلوؤں پر زیادہ رہی۔ جن پر اس سے قبل یا تو اس انداز سے لکھا نہیں گیا یا لکھا گیا تو بہت کم۔ پروفیسر سید محمد سلیم اکیڈمی کی یہ تیسری پیش کش ہے جو کہ ایک طویل وقفے کے بعد سامنے آ رہی ہے۔ راقم نے ان مضامین کو ترتیب دیتے ہوئے درج ذیل امور کو پیش نظر رکھا ہے۔

۱۔ قرآنی آیات اور احادیث کے حوالہ جات مکمل درج کئے گئے ہیں۔

۲۔ اکثر مقامات پر پہلے صرف ترجمہ ذکر تھا کوشش کی گئی کہ متن بھی ساتھ درج کیا جائے۔

۳۔ ان میں سے جو مضامین پہلے شائع ہو چکے ہیں ان کا حوالہ درج کیا ہے۔

۴۔ زبان و بیان کے حوالے سے بھی کوشش کی گئی ہے کہ اس مجموعہ کو زیادہ مفید بنایا جائے۔''

بہترین کمپوزنگ اعلیٰ طباعت مضبوط جلد اور دیدہ زیب سرورق نے کتاب کو مزید خوبصورتی بخشی ہے۔

روح افزا

مشروبِ مشرق

جب چھوٹی چھوٹی باتیں کر دیں موڈ خراب
اور آنے لگے غصہ ایسے میں روح افزا
مزاج میں لائے ٹھنڈک اور مٹھاس

پیو ٹھنڈا ٹھنڈا
بولو میٹھا میٹھا!

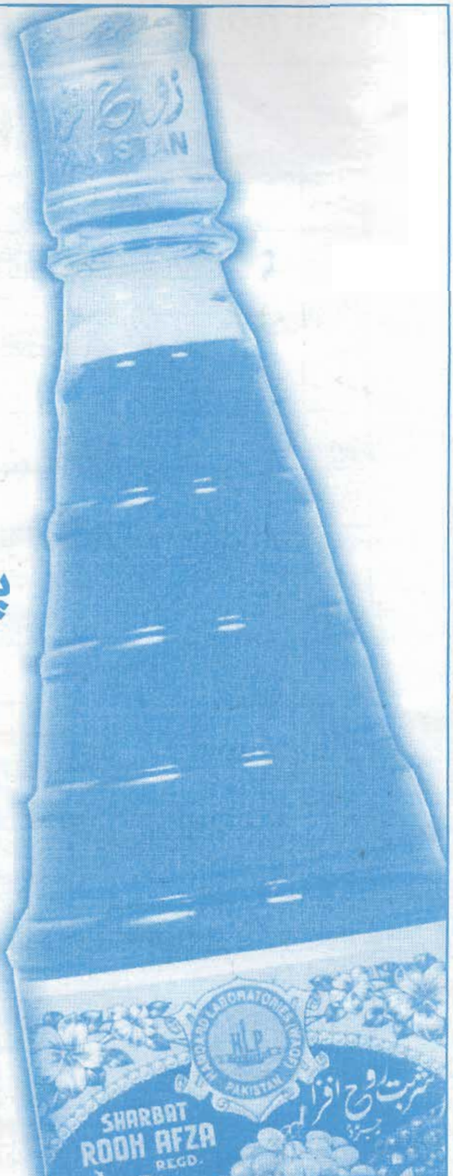

ہمدرد

ہمدرد لیبارٹیریز (وقف) پاکستان

ISO 9001: 2000 CERTIFIED
WWW.hamdard.com.pk

Aziz DDB

Regd No. P-90 Monthly "Al-Haq" Akora Khattak

مطبوعات مؤتمر المصنفین

نمبر شمار	نام کتاب	تصنیف	افادات	صفحات
۱۔	حقائق السنن شرح جامع السنن للترمذیؒ	حضرت مولانا سمیع الحق	شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ	۵۳۶
۲۔	دعواتِ حق ۔(مکمل دو جلد)	" " "	" " " " "	۱۱۹۲
۳۔	قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ	" " "	" " " " "	۴۰۰
۴۔	عبادات و عبدیت	" " "	" " " " "	۸۸
۵۔	مسئلہ خلافت و شہادت	" " "	" " " " "	۱۰۴
۶۔	صحبتے با اہل حق (مجلد)	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۴۰۸
۷۔	اسلام اور عصر حاضر (مجلد)	حضرت مولانا سمیع الحق	حضرت مولانا سمیع الحق صاحب	۴۶۰
۸۔	قرآن حکیم اور تعمیر اخلاق	" " "	" " " " "	۹۶
۹۔	کاروان آخرت (مجلد)	" " "	" " " " "	۴۴۶
۱۰۔	شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ خصوصی نمبر	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۱۲۰۰
۱۱۔	قادیانیت اور ملت اسلامیہ کا موقف	حضرت مولانا سمیع الحق	" " " " "	۲۰۸
۱۲۔	قادیان سے اسرائیل تک	" " "	" " " " "	۲۲۴
۱۳۔	قومی اور ملی مسائل پر جمعیت کا موقف	" " "	" " " " "	-
۱۴۔	میری علمی اور مطالعاتی زندگی (مجلد)	" " "	" " " " "	۵۶۰
۱۵۔	روسی الحاد	" " "	" " " " "	۲۲۰
۱۶۔	فتاویٰ حقانیہ	مولانا مفتی مختار اللہ	حضرت شیخ الحدیث و مفتیان حقانیہ	۳۶۰۰
۱۷۔	خطبات حق	" " "	حضرت مولانا سمیع الحق صاحب	۴۵۰
۱۸۔	نظام اکل و شرب	" " "	" " " " "	۴۵۰
۱۹۔	صلیبی دہشت گردی اور عالم اسلام	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۵۰۰
۲۰۔	شرح شمائل ترمذی		" " " " "	زیر طبع
۲۱۔	مروجہ کرنسی کیلئے معیار نصاب سونا یا چاندی	مولانا مفتی مختار اللہ	مولانا مفتی مختار اللہ	مطبوعہ
۲۲۔	انوارِ حق (جلد اول)	حافظ سلمان الحق حقانی	حضرت مولانا انوار الحق حقانی	۲۶۰